جلد ۳۴ | ۲۰ ماہ امان ۱۳۲۵ ہش | ۱۵ ربیع الثانی ۱۳۶۵ھ | ۲۰ مارچ ۱۹۴۶ء | نمبر ۶۷

مدینۃ المسیح

نی سررو ڈ (سندھ) ۱۸ ماہ امان۔ سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے متعلق بذریعہ تار یہ ڈاکٹری اطلاع موصول ہوئی ہے کہ اب درد نقرس میں افاقہ ہے۔ لیکن ٹخنہ میں ابھی تک کمزوری محسوس کی جا رہی ہے۔ عام حالت خدا تعالےٰ کے فضل سے اچھی ہے۔ حضرت ام المومنین اطال اللہ بقاءھا۔ اہل بیت اور سب خدام بخیریت ہیں۔

پرائیویٹ سیکرٹری صاحب مطلع فرماتے ہیں کہ جمعہ کے دن ناصر آباد میں تین اصحاب اور اتوار کو محمود آباد میں چار اصحاب نے حضور کے ہاتھ پر بیعت کی۔ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالےٰ معہ خدام کل صبح کنری روانہ ہو جائیں گے اور کل ہی بعد دوپہر احمد آباد تشریف لے جائیں گے انشاء اللہ تعالےٰ۔ احباب حضور کی صحت و عافیت کے لئے دعا کرتے رہیں۔

قادیان ۱۹ ماہ امان۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کی طبیعت اچھی ہے الحمد للہ

خان بہادر چودہری ابو الہاشم خان صاحب کو م

خطبہ جمعہ

اسمبلی کے الیکشن کے متعلق چند اہم امور

از حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز

فرمودہ ۸ مارچ ۱۹۴۶ء

(مرتبہ :- قریشی عبد الکریم صاحب و مولوی عبد العزیز صاحب)

سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا :-

(۱) جو مقصد ہمارے سامنے ہے اس کے لئے تو ہم اربوں روپیہ صرف کرینگے

آج میں الیکشن کے بارہ میں پھر کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ کچھ دن ہوئے مجھے اپنے کمرہ میں بلند آواز سے کسی کے بولنے کی آواز آئی۔ میں نے سمجھا کہ شائد ہماری جماعت کا کوئی جلسہ ہو رہا ہے۔ مگر چونکہ مجھے اس کا علم نہیں تھا۔ اس لئے میں نے برآمدہ کی طرف باہر نکل کر سننا چاہا۔ کہ کیسا جلسہ ہے۔ میں نے مسجد اقصےٰ کی طرف دیکھا۔ لیکن وہاں خاموشی تھی۔ پھر برآمدے کی دوسری طرف گیا۔ تو معلوم ہوا۔ کہ شائد سکھوں کے گوردوارہ میں کوئی تقریر ہو رہی ہے میں تھوڑی دیر وہاں ٹھہرا تو میں نے سُنا کہ بڑے زور و شور سے یہ کہا جا رہا تھا۔ کہ **غریب قوم کے چندوں کا روپیہ** الیکشنوں میں اڑایا جا رہا ہے۔ ہماری زبان کی ایک مثال ہے کہ داتا دے اور بھنڈاری کا پیٹ پھٹے۔ روپیہ کسی کا خرچ کوئی کرتا ہے۔ اور فکر کسی اور کو ہو رہی ہے۔ وہ غریب جماعت جسکا چندہ ہے۔ اگر فرض بھی کر لو کہ وہ خرچ ہو رہا تھا تو وہ قوم تو اس کام کے لئے خود بھاگی بھاگی پھر رہی تھی کام کر رہی تھی۔ اور رات دن اسی میں مشغول تھی۔ لیکن جو جماعت میں شامل نہیں تکلیف ان کو ہو رہی تھی۔ حالانکہ اگر ہم نے دُنیا میں اپنے نظام کی کوئی مضبوطی پیدا کرنی ہے اور جو حقوق ملک کو ملنے ہیں ان میں حصہ لینا ہو تو لازمی طور پر ہم کو ایک سخت جدوجہد بھی اسکے لئے کرنی

ایڈیٹر :- غلام نبی

بھائی عبد الرحمٰن صاحب قادیانی پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھاپا اور قادیان سے شائع کیا۔

ڑیگی کیونکہ ہم اقلیت ہیں اور ہمارے افراد ملک میں پھیلے ہوئے ہیں اگر ہماری جماعت کسی ایک ضلع یا دو ضلعوں میں جمع کر دی جائے تو الیکشنوں پر ہمارا کچھ بھی خرچ نہ آئے کیونکہ کثرت احمدی ووٹروں کی ہوگی۔ جیسا کہ میں پہلے بھی بتا چکا ہوں کہ

ہماری جماعت کے چالیس پچاس ہزار کے درمیان ووٹر

ہیں۔ اس حلقہ میں چوہدری فتح محمد صاحب کے ووٹ صرف چھ ہزار دو سو تھے۔ اگر تین ممبروں کے سوال کو اڑا دیا جائے تو چار ہزار دو سو ووٹ میں سے جو مسلم لیگ کو ملے اگر آدھے بھی دوسرے کو مل جاتے اور آدھے چوہدری فتح محمد صاحب کو تو پھر یہ آٹھ ہزار تین سو ووٹ لیکر جیت جاتے یا ہمارے حساب سے آٹھ ہزار پانچ سو ووٹ لیکر۔ کیونکہ

ہمارے دو سو ووٹ غائب ہو گئے

ہیں یا دوسرے فریق کے حساب میں گنے گئے ہیں۔ اور یہی درست معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ جس وقت ووٹ گنے جاتے ہیں۔ اسوقت فریقین کو ہاتھ نہیں لگانے دیا جاتا سرکاری افسر گنا کرتے ہیں اس لئے ہمیں شبہ ہے۔ کہ ہمارے دو سو ووٹ دوسرے کے ووٹوں میں شمار ہو گئے ہیں۔ یا گر گئے گئے ہیں۔ بہرحال ہمارے حساب سے چوہدری صاحب آٹھ ہزار پانچ سو پر جیت جاتے اور ان کے حساب سے آٹھ ہزار تین سو پر۔ گورداسپور میں تو تناسب اس سے بھی کم ٹھہرتا ہے۔ کیونکہ وہاں ووٹوں کی تعداد کم ہے۔ وہاں پانچ ہزار ووٹ والا جیت جاتا ہے۔ زیادہ سے زیادہ چھ ہزار فرض کر لو۔ ہماری جماعت کے چونکہ ۴۵-۵۰ ہزار ووٹ ہیں اس حساب سے ہمیں چھ سیٹیں آپ ہی آپ آجاتی ہیں لیکن بوجہ اقلیت ہونے کے اور سارے پنجاب میں پھیلے ہونے کے ہم اپنے حقوق نہیں لے سکتے ورنہ حقوق کے لحاظ سے

ہمیں چھ سیٹیں ملنی چاہئیں

لیکن باوجود بڑی کوشش کے ہم صرف ایک سیٹ جیت سکے ہیں۔ اس کی وجہ یہی ہے۔ کہ ہمارے باہر کے تمام ووٹ پھیلے ہوئے ہیں۔ اس لئے ہماری جماعت دوسری جگہوں پر جیت نہیں سکتی۔ اگر ۹۰ سیٹوں میں ہمارے دو دو ہزار ووٹ پھیلے ہوئے ہوں تو دو ہزار والے کسی صورت میں بھی جیت نہیں سکتے۔ حالانکہ اس طرح ایک لاکھ اسی ہزار ووٹ بنتا ہے۔ لیکن اتنی بڑی تعداد ہو جانے پر بھی ہم ایک سیٹ بھی نہیں لے سکینگے۔ اس وقت ہمارے ووٹروں کی تعداد پچاس ہزار ہے۔ اس کو سارے پنجاب میں تقسیم کریں تو ایک ایک سیٹ کے لئے صرف پانچ پانچ سو ووٹ بنتے ہیں اور پانچ سو ووٹوں سے کون جیت سکتا ہے۔ پس

اگر ہم نے زیادہ ووٹ حاصل کرتے ہیں

تو اس کے لئے ہمیں لازماً بڑی جدوجہد کی ضرورت ہوگی اور اس جدوجہد کے لئے روپیہ بھی خرچ کرنا پڑے گا۔ کہا جاتا ہے کہ یونینسٹ نے جو پچیس لاکھ روپیہ لوگوں سے جمع کیا تھا وہ سارے کا سارا خرچ ہو گیا ہے۔ لیکن جیتے ان کے صرف دس آدمی ہیں بلکہ اب تو اس پارٹی میں صرف چھ رہ گئے ہیں۔ پچیس لاکھ تو انہوں نے فنڈ سے خرچ کیا اور جو نمائندوں نے خود خرچ کیا وہ الگ ہے۔ اسی طرح مسلم لیگ کا روپیہ بھی خرچ ہوا ہے۔ دوسرے ممبر تو زیادہ تر اپنے زور اور طاقت پر کھڑے ہوتے ہیں لیکن ہماری جماعت میں ابھی ایسے مالدار آدمی نہیں کہ وہ اپنے زور اور طاقت پر کھڑے ہو سکیں اگر وہ کھڑے ہونگے تو لازمی بات ہے۔ کہ وہ سامان نہ ہونے کی وجہ سے ہار جائینگے اس لئے اگر ہم نے اپنے آدمی کھڑے کرنے ہیں تو یقیناً جماعت کو ان پر روپیہ خرچ کرنا پڑے گا۔ پس یہ سوال ہی غلط ہے۔ کہ کیوں غریب آدمیوں کا چندہ ضائع کیا جا رہا ہے۔ اول تو ہم کہتے ہیں تم کو اس سے کیا تکلیف ہو رہی ہے۔ دینے والے ہم خرچ کرنے والے ہم عجیب بات ہے۔ کہ جن کا روپیہ ہے ان کو تو احساس ہی نہیں ہوتا۔ اور جن کا روپیہ نہیں وہ خواہ مخواہ شور مچا رہے ہیں اور اپنی ہمدردی ظاہر کر رہے ہیں۔ ہمارے ہاں اس کے متعلق ایک دوسری مثال بھی ہے۔ کہ "ماں سے زیادہ چاہے کٹنی کہلائے" یعنی جو شخص اصل تعلق والے سے زیادہ محبت کا اظہار کرتا ہے۔ اُسے کٹنا کہا جاتا ہے لیکن اس کے علاوہ یہ بات ہی غلط ہے کہ چندے کا روپیہ الیکشن پر خرچ کیا گیا ہے۔ اب ہماری جماعت خدا تعالیٰ کے فضل سے اتنی بڑھ چکی ہے۔ اور اتنی طاقت پکڑ چکی ہے۔ کہ اس کے پاس چندے کے علاوہ آمد کے اور بھی

ذرائع ہیں

اور وہ آمد خدا تعالیٰ کے فضل سے ہر سال بڑھتی چلی جاتی ہے۔ چندے کے سارے روپے کو اشاعت اسلام پر لگا دینے کے باوجود پھر بھی خدا تعالیٰ کے فضل سے ہماری دوسری آمدنیوں سے اتنا روپیہ مل سکتا ہے۔ اور ملنا شروع ہو گیا ہے۔ جس کے ذریعہ سے ہم اپنے ایسے حقوق پر جن کا ملنا جماعت کی ترقی کے لئے ضروری ہے۔ خدا تعالیٰ کے فضل سے روپیہ خرچ کر سکتے ہیں اور ایسی سکیمیں خدا تعالیٰ کے فضل سے ہمارے سامنے ہیں۔ کہ جن کے بعد ہماری یہ ترقی خدا تعالیٰ کے فضل سے اور بھی بڑھ جائے گی۔ یہ تو ہزاروں کے خرچ پر شور مچاتے ہیں حالانکہ جو مقصد ہمارے سامنے ہے۔ اور جس کام کا ہم نے بیڑا اٹھایا ہے۔ اس کو دیکھتے ہوئے ہزاروں کا بھی سوال نہیں

اربوں ارب روپیہ خرچ آئیگا

ہم نے دنیا میں یونیورسٹیاں بھی بنانی ہیں۔ کالج اور سکول بھی بنانے ہیں اور ہم نے دنیا میں مبلغین کا جال بھی پھیلانا ہے۔ آخر احمدیت قادیان کے اردگرد تک تو نہیں رہیگی احمدیت نے تو ساری دنیا میں پھیلنا ہے۔ پس ہمارا مقصد صرف یہی نہیں کہ یہاں ایک کالج بنا دیا جائے۔ یا ایک سکول بنا دیا جائے۔ یا چند مبلغ تبلیغ کیلئے مقرر کر دیئے جائیں بلکہ ہمارا مقصد ساری دنیا میں کالج بنانے کا ہے ہمارا مقصد ساری دنیا میں یونیورسٹیاں بنانے کا ہے۔ اور ہمارا مقصد ساری دنیا میں سکول قائم کرنے کا ہے اور ہمارا مقصد ہزاروں بلکہ لکھوکھہا مبلغین کو ساری دنیا میں پھیلانے کا ہے۔ ان کے لئے اربوں ارب روپیہ کی ضرورت ہوگی بلکہ ہم تو خدا تعالیٰ کے فضل سے ایسی طاقت کے امیدوار ہیں کہ جس کا مقابلہ بڑی بڑی حکومتیں بھی نہ کر سکیں اور یہ مقصد اپنا حق لینے سے ہی حاصل ہو سکتا ہے۔ ان لوگوں کو جن کا کوئی تعلق نہیں خواہ مخواہ تکلیف ہو رہی ہے۔ لیکن ہم علی الاعلان کہتے ہیں۔ کہ خواہ سو سال تک ہم ہارتے چلے جائیں۔

ہم ہر دفعہ قادیان کی سیٹ کے لئے لڑیں گے

کیونکہ یہ ہماری مرکزی جگہ ہے اور ہم اس جگہ کو اپنا حق سمجھتے ہیں۔ اگر سارے پنجاب میں دوسری جگہوں پر دوسری پارٹیاں ہم سے مدد لیتی ہیں۔ تو کیا وجہ ہے۔ کہ اس جگہ کے متعلق ہمارا یہ حق تسلیم نہ کیا جائے کہ یہ سیٹ ہمیں بہرحال ملنی چاہئے تا دشمن یہ نہ کہہ سکیں کہ ہم نے قادیان میں احمدیوں کو شکست دیدی ہے۔ بلکہ ہر پانچ سال کے بعد یہ بات واضح ہوتی رہے کہ ان کا قادیان کے متعلق فتح کا ڈھنڈورا پیٹنا بالکل غلط ہے۔ آخر

جماعت کا اعتبار مجھ پر ہے

اور وہ مجھے چندہ دیتی ہے۔ اس خرچ پر دوسروں کو اعتراض کرنے کا کیا حق ہے۔ پھر یہ ایک واضح بات ہے۔ کہ الیکشن میں اپنے آدمیوں کے پھیلانے میں اور لاریوں وغیرہ کے حاصل کرنے میں بہت کچھ خرچ ہوتا ہے۔ اور اسدفعہ تو لاریوں پر خصوصاً بہت خرچ ہوا ہے بعض لاریوں والے سو سو روپیہ روزانہ مانگ لیتے تھے۔ اور ایک نے تو اس سے بھی زیادہ مانگا۔ عام طور پر پنجاب میں ایک ماہ یا اس سے زیادہ لینے کیلئے ساٹھ روپے روزانہ کے خرچ سے ایک لاری ملتی رہی ہے۔ چنانچہ کئی امیدواروں نے اس خرچ پر ایک ایک ماہ تک لاریاں لیں۔ اس قسم کے اخراجات چونکہ ضروری ہوتے ہیں۔ اسلئے ہر امیدوار نے یہ خرچ کئے اور جس نے نہیں کئے وہ بری طرح ہار گیا۔ اگر جماعت اس بوجھ کے اٹھانے میں جھجک محسوس کریگی تو میں انشاء اللہ خود اس بوجھ کو اٹھاؤنگا ہمارا مقصد یہ نہیں کہ ہم جیت جائیں اور پچھلی دفعہ بھی ہمارا مقصد یہ نہیں تھا بلکہ پچھلی دفعہ ہمارا مقصد یہ تھا کہ ہم نے احرار سے زیادہ ووٹ لینے ہیں اس کیلئے میں نے دوستوں سے کہا تھا کہ تم ساری تحصیل میں پھیل جاؤ۔ اپنے دوستوں سے ملو اور کوشش کرو کہ وہ احمدی امیدوار کو ووٹ دیں۔ رشتہ داروں کے پاس جاکر کوشش کرو۔

اور ان کو اس بات پر آمادہ کرو۔ کہ وہ احمدی امیدوار کو ووٹ دیں۔ تاکہ

ہمارے ووٹ احرار سے زیادہ

ہو جائیں۔ اور ان کا یہ دعوےٰ غلط ثابت ہو جائے۔ کہ ہم نے احمدیوں کو ان کے مرکز میں شکست دے دی ہے۔ گو اس الیکشن میں میاں بدر محی الدین صاحب جیت گئے۔ لیکن ہمارے امیدوار کے ووٹ احرار سے تقریباً تین سو زیادہ تھے اس طرح دنیا کو یہ معلوم ہو گیا۔ کہ احرار کا یہ دعوے کہ ہم نے قادیان کو فتح کر لیا ہے بالکل غلط تھا۔ اگر فتح کر لیا ہوتا۔ تو احمدیوں کو ووٹ ان سے زیادہ کیوں ملتے پس یہاں ہمارے ایک نمائندہ کے جیتنے کا سوال نہیں۔ بلکہ یہ ایک جماعتی کام ہے اگر اس کے لئے چندہ بھی کرنا پڑے۔ تو میں سمجھتا ہوں۔ کہ

ہر مخلص احمدی کا فرض

ہوگا۔ کہ اس میں حصہ لے۔ اور ہر الیکشن پر ثابت کر دے۔ کہ احرار کا یہ دعوےٰ بالکل غلط ہے۔ کہ انہوں نے قادیان کو فتح کر لیا ہے۔ لیکن علاوہ اس ذریعہ کے جو میں نے بتایا ہے اور ذرائع بھی ہیں۔ چندے کے علاوہ ہماری جماعت کو اور بھی آمد ہوتی ہے۔ اور وہ خدا تعالےٰ کے فضل سے بڑھتی چلی جا رہی ہے۔ اس کے علاوہ میرے ذہن میں یہ بھی سکیم ہے۔ کہ جماعت کے اندر بھی یہ احساس پیدا ہونا چاہیئے۔ کہ وہ ان اخراجات میں حصہ لے۔ جو عام چندہ ہے۔ اس سے ہمیں خرچ کرنے کی ضرورت نہیں۔ لیکن اس کے لئے

خاص طور پر جماعتوں سے چندہ لینا

انکی اپنی بیداری کے لئے ضروری ہے۔ جب ہر احمدی اس میں حصہ لے گا۔ تو اسکو احساس ہوگا کہ یہ میرے فرائض میں سے ایک اہم فرض ہے۔ چندے کی غرض صرف یہی نہیں ہوتی۔ کہ روپیہ فراہم ہو جائے۔ بلکہ یہ بھی ہوتی ہے۔ کہ انسان کے اندر احساس پیدا ہو جائے کہ اس کام کو پورا کرنا میرے ذمہ ہے۔ پس ایک سکیم میرے ذہن میں یہ بھی ہے۔ کہ آئندہ اس کے لئے چندہ مانگا جائے۔ تا جماعت میں بیداری پیدا ہو پچھلی دفعہ الیکشن میں بٹالہ کے حلقہ کے سکھوں نے اپنی

بیداری کا ایک حیرت انگیز نمونہ

دکھایا تھا۔ وہ ایک عجیب نظارہ تھا۔ کہ نہ صرف سینکڑوں بلکہ ہزاروں سکھ پیدل چلتے اور گاتے ہوئے اپنے منتخب امیدوار کے لئے جاتے۔ اور لوگ تو کھانا کھاتے تھے کوئی کہتا تھا فلاں جگہ پر ووٹ دینے جانا ہو ہمیں تانگہ یا لاری کے لئے کرایہ دو۔ مگر ان کا یہ حال تھا کہ وہ پیدل جاتے۔ اور وہاں پہنچکر اپنے امیدوار کے ہاتھ میں ہر ووٹر ایک ایک روپیہ دیتا چلا جاتا۔

پس اگر کوئی قومی کام ہو۔ تو قوم کو وہ بوجھ اٹھانا ہی پڑتا ہے۔ لیکن اس وقت تو یہ بات ہی غلط ہے۔ کہ یہ روپیہ قومی چندے سے خرچ ہوا ہے۔ کیونکہ ہمارے پاس اور ایسے ذرائع بھی ہیں۔ جن سے علاوہ چندے کے اور آمد ہوتی رہتی ہے۔ لیکن آئندہ میرا ارادہ ہے کہ اس قسم کے کاموں کے لئے بھی چندے کی تحریک کی جائے۔ تاکہ جماعت میں احساس ذمہ داری پیدا ہو۔

(۲) الیکشن سے ہم نے کئی سبق سیکھے۔

دوسری بات میں یہ کہنی چاہتا ہوں کہ الیکشن سے ہمیں

ایک بہت بڑا فائدہ

ہوا ہے۔ اور بہت سے سبق ہم نے حاصل کئے ہیں۔ ہماری جماعت کے لوگوں نے مقامی حالات کے مطابق جو فیصلے کئے تھے اکثر انہی کو مرکز نے منظور کر لیا تھا۔ گویا ہم نے فیصلے نہیں کئے۔ بلکہ خود ان جماعتوں نے جو مشورہ کر کے ہمیں اپنا فیصلہ بتایا۔ ہم نے اسی کا اعلان کر دیا تھا۔ ممکن ہے کوئی جگہ ایسی بھی ہو۔ جہاں ہمارا کوئی ووٹر نہ ہو۔ لیکن بعض جگہیں ایسی بھی ہیں۔ جہاں ہماری جماعت کا تین چار ہزار کے قریب ووٹ تھا۔ تحصیل بٹالہ میں ہی اس دفعہ چھ ہزار آٹھ سو ووٹ احمدیوں کا تھا۔ اصل میں ووٹ تو آٹھ ہزار کے قریب تھا۔ لیکن بعض نقائص کی وجہ سے کچھ ووٹ خراب ہو گئے۔ اور کچھ ووٹ بنائے ہی نہیں گئے۔ ہمارے دوستوں نے ہر جگہ اپنے ووٹوں کو استعمال کیا۔ اور اکثر مقامات پر ہمارے ووٹ مسلم لیگ کو ملے۔

البتہ کچھ جگہیں ایسی بھی ہیں۔ جہاں بعض دوسرے مصالح کی وجہ سے ہم نے یونینسٹ پارٹی کی مدد کی۔

خدا تعالےٰ کی قدرت

ہے کہ یونینسٹ کے دس گیارہ ممبر جو کامیاب ہوئے ہیں۔ ان میں سے پانچ چھ ممبر ایسے ہیں۔ جو محض ہماری امداد کی وجہ سے جیتے ہیں۔ اس کے مقابل پر ہم نے مسلم لیگ کی تو بہت زیادہ امداد کی ہے اس الیکشن میں ہمیں یہ تجربہ ہوا ہے۔ کہ جس طرح ہر قربانی کے لئے عادت کی ضرورت ہے۔ اسی طرح الیکشن کے لئے بھی لوگوں میں قربانی کی عادت پیدا کرنیکی ضرورت ہے۔ چندہ دینے اور زندگیاں وقف کرنے کی چونکہ جماعت میں عادت پیدا ہو چکی ہے۔ اس لئے میں نے دیکھا ہے۔ کہ چندے کی تحریک کرو۔ تو جماعت

نہایت اعلےٰ اخلاص کا نمونہ

پیش کرتی ہے۔ زندگیاں وقف کرنے کی تحریک کرو۔ تو نوجوان اپنی زندگیاں فوراً وقف کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ اس کی وجہ یہی ہے۔ کہ آہستہ آہستہ جماعت میں ان باتوں کی عادت پیدا ہو گئی ہے۔ اس لئے ہر موقعہ پر ان کا قدم ترقی کیطرف اٹھتا ہے۔ لیکن

ہر نیا کام ایک قسم کا امتحان

بن جاتا ہے۔ مجھے کئی دفعہ خیال آیا ہے کہ چندے میں اور زندگیاں وقف کرنے میں اور بعض دوسری قسم کی قربانیوں میں کوئی بڑی سے بڑی جماعت بھی ہمارا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ اگر کانگرس بھی زندگیاں وقف کرنے کا مطالبہ کرے۔ تو میرے خیال میں اتنے لوگ زندگیاں وقف نہ کریں۔ جتنے ہمارے نوجوان کرتے ہیں۔ لیکن اگر ہمارے نوجوانوں کو قید ہونا پڑے۔ تو وہ گھبرائیں گے۔ کیونکہ یہ ان کے لئے ایک نیا کام ہوگا۔ لیکن اگر عادت پڑ جائے۔ تو کانگرس ہم سے بہت پیچھے رہ جائے گی۔ پس صرف

عادت پیدا کرنے کی ضرورت

ہے۔ اگر عادت پیدا ہو جائے۔ تو ہمارے آدمی اس معاملہ میں کانگرس کے آدمیوں سے بیس گنے زیادہ جرأت دکھائیں گے۔ کیونکہ ہمارے اندر وہ ایمان موجود ہے۔ جو ان میں نہیں۔ انسان کی یہ عادت ہے کہ وہ ہر نئے کام سے ہچکچاتا ہے۔ اور وہ کام اس کے لئے امتحان بن جاتا ہے۔ اس الیکشن کے تعلق مجھے معلوم ہوا ہے۔ کہ بعض لوگوں نے کمزوریاں دکھائی ہیں۔ میں یہ نہیں کہتا کہ جماعت کے معتد بہ حصہ نے کمزوری دکھائی ہے۔ میں یہ بھی نہیں کہتا کہ چالیس پچاس ہزار میں سے پانچ ہزار نے کمزوری دکھائی ہے۔ میں یہ بھی نہیں کہتا۔ کہ دو تین ہزار نے کمزوری دکھائی ہے۔ مگر دو تین سو آدمی ضرور ایسا ہے۔ جس نے کمزوری دکھائی ہے۔ وہ کمزوریاں تین قسم کی ہیں۔ ایک تو یہ کہ بعض لوگوں نے اخلاص کے لباس میں اپنی ذاتی خواہشات کو پورا کیا ہے۔ اگر انکو کسی یونینسٹ امیدوار سے ہمدردی تھی۔ تو انہوں نے یونینسٹ کے حق میں رائے دی۔ اور اگر ان کو کسی مسلم لیگ کے امیدوار سے ہمدردی تھی تو انہوں نے مسلم لیگ کے امیدوار کے حق میں رائے دی۔ اور سلسلہ کے مفاد کو مدنظر نہیں رکھا۔ بلکہ ذاتی ہمدردی کو اخلاص کا رنگ دیکر یہ ظاہر کیا۔ کہ گویا وہ جماعتی نظام کی اتباع کی وجہ سے اس پارٹی کے امیدوار کے حق میں رائے دے رہے ہیں۔ حالانکہ خود ان کے ذاتی تعلقات ان سے تھے۔ جن کی وجہ سے وہ اس کی تائید کر رہے تھے۔ اور یہ ممکن تھا۔ بلکہ غالب امر تھا کہ اگر ان کی مرضی کے خلاف فیصلہ کیا جاتا۔ تو انکو ٹھوکر لگتی۔ گو ایسے آدمیوں کی تعداد بہت کم ہے۔ لیکن پھر بھی ایک مخلص جماعت میں ایسے آدمیوں کا پایا جانا

بہت تکلیف دہ بات

ہے۔ اور بعض ایسے آدمیوں کے متعلق جو کہ ذمہ وار آدمی ہیں۔ اور اچھی شہرت رکھنے والے ہیں۔ یہ یقین کرنے کی کافی وجوہ ہیں۔ کہ انہوں نے اپنے

ذاتی اغراض کو جماعتی فائدہ پر مقدم

کیا۔ اور اسے شکل یہ دی۔ کہ گویا وہ جماعتی اتباع اور اخلاص کی وجہ سے ایسا کر رہے ہیں

دوسرا نقص

یہ دیکھا گیا۔ کہ باوجود مرکز کا حکم پہنچ جانے کے بعض جماعتوں نے اس میں اختلاف کیا۔ جماعتوں نے کثرت رائے سے مشورہ کر کے جو فیصلہ ہمیں بتایا۔ اس کے مطابق ہم نے فیصلہ کر دیا۔ لیکن جب فیصلہ ہو گیا تو انہوں نے

آپس میں لڑنا شروع کردیا
مثلاً تحصیل گوجرانوالہ کے احمدیوں کی دو پارٹیاں بن گئیں ایک پارٹی مسلم لیگ کی تائید میں تھی - اور دوسری پارٹی یونینسٹ کو ووٹ دینا چاہتی تھی - دو دفعہ مَیں نے آدمی بھیجا - مگر یہ لوگ صلح سے فیصلہ نہ کر سکے ۔ قومی کاموں میں جدھر اکثریت ہو - اقلیت کو اپنی رائے ان کی رائے کے ماتحت کر دینی چاہیئے سوائے دین کے معاملہ کے - اگر دین کے معاملہ میں اکثریت دین کے خلاف کوئی فیصلہ کرے مثلاً یہ کہے - کہ خدا تعالے کو ایک نہ مانو - تو اس معاملہ میں اکثریت کی رائے کی پروا نہیں کی جائیگی - لیکن

دنیوی معاملات میں اکثریت کی رائے
کا خیال رکھا جانا ضروری ہوتا ہے خصوصاً ایسے وقت میں جبکہ اکثریت کے فیصلہ کو قبول کرنے سے قومی مفاد کو نقصان پہنچنے کا کوئی شدید احتمال نہ ہو یہ ایسی صاف بات ہے - کہ جس کو ہر عقل مند انسان اچھی طرح سمجھ سکتا ہے لیکن مجھے افسوس ہے - کہ

تحصیل گوجرانوالہ میں
نہ اقلیت نے اکثریت کی رائے کا کوئی خیال کیا - اور نہ اکثریت نے فتنہ دور کرنے کی نیت سے اقلیت کی بات کو مانا - جب معاملہ اس حد تک پہنچ گیا - تو اکثریت کو ہی خاموشی اختیار کر لینی چاہیئے تھی - پس

میں اقلیت اور اکثریت دونو کو ملزم گردانتا ہوں
جب اکثریت نے دیکھا تھا - کہ کچھ لوگ قومی نظام کو توڑ رہے ہیں - تو وہ کہہ دیتے کہ ہم اکثریت میں ہونے کے باوجود تمہارے پیچھے چل پڑتے ہیں - لیکن اقلیت نے اس بات پر اصرار کیا - کہ وہ ضرور اپنی بات منوا کر رہیں گے - اور اکثریت نے اسبات پر اصرار کیا - کہ ہماری اکثریت ہے - ہم اپنی بات ضرور منوائینگے - حالانکہ

اقلیت کا یہ فرض تھا
کہ وہ اکثریت کے فیصلہ کی اتباع کرتی اور اپنی ذاتی اغراض کو پس پشت ڈال دیتی - اور اگر اقلیت اس بات پر مُصر تھی - تو

اکثریت کا فرض
تھا - کہ دانائی کو کام میں لاتے ہوئے اقلیت کے پیچھے چل پڑتی - تاکہ تفرقہ پیدا نہ ہوتا - جس طرح فرض تو بیٹے کا ہے - کہ وہ اپنے باپ کی بات مانے لیکن کبھی باپ ہی اپنے بیٹے کی بات مان لیتا ہے - اسی طرح اس جھگڑے کو اس صورت میں بھی طے کیا جا سکتا تھا - کہ دونو فریق کہہ دیتے کہ نہ ہم کسی کے حق میں ووٹ دیتے ہیں نہ آپ کسی کے حق میں ووٹ دیں - دونو اپنے اپنے گھر بیٹھ جاتے - ہم بھی کہتے کہ ہم تمہیں معاف کر دیتے ہیں - کیونکہ تم لوگوں نے تفرقہ کا دروازہ کھولنے سے اپنے تئیں روکا ہے - لیکن ان لوگوں نے

خوب پارٹی بازی کی
اور جماعتی اتحاد کو نقصان پہنچایا - مَیں نے وہاں کے لوگوں کو اس لئے سزا نہیں دی - کہ ان میں سے کچھ لوگوں نے مسلم لیگ کی یا کچھ لوگوں نے یونینسٹ پارٹی کی کیوں تائید کی - بلکہ مَیں نے اس لئے ان کو سزا دی ہے کہ ایک دنیوی معاملہ کیلئے انہوں نے جماعت کے اندر تفرقہ پیدا کیا - میں نے ان کو

یہ سزا دی ہے
کہ تحصیل گوجرانوالہ کا کوئی شخص میرے ساتھ ملاقات نہیں کر سکتا - اسی طرح مجلس شوریٰ میں ان کو حق نمائندگی سے محروم کیا جاتا ہے - آخر ووٹ دینا مقدم نہ تھا - مقدم بات یہ تھی کہ احمدیوں کا آپس میں اتحاد قائم رہے - پس ہم نے اس لئے ان کو سزا نہیں دی - کہ کیوں ان میں سے کچھ لوگوں نے مسلم لیگ کی تائید کی - یا کیوں ان میں سے کچھ لوگوں نے یونینسٹ پارٹی کی تائید کی - اگر مسلم لیگ کی تائید کی وجہ سے ان کو سزا دی جاتی تو یونینسٹ کی تائید کرنے والوں کو سزا نہیں ہونی چاہیئے تھی - اور اگر یونینسٹ کی تائید کی وجہ سے سزا دی جاتی تو مسلم لیگ کی تائید کرنے والوں کو سزا نہیں ہونی چاہیئے تھی - لیکن سزا دونو پارٹیوں کی تائید کرنے والوں کو دی گئی ہے - کیونکہ ہمارے نزدیک ایسے اختلاف کی صورت میں اس بات کو اہمیت نہیں رہتی کہ وہ مسلم لیگ کو ووٹ دیں - یا یونینسٹ کو - ہم نے ان کو

سزا اس لئے دی
ہے - کہ انہوں نے کیوں اس معاملے کو اس قدر اہمیت دی - کہ جماعت میں لڑائی پیدا کر دی - الیکشن میں ووٹ دینا کوئی دینی معاملہ نہ تھا - دینی معاملہ یہ تھا - کہ وہ اپنے اندر اتحاد قائم رکھتے -

قومی اتحاد احکام دینیہ میں سے ہے
جیسا کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے - واعتصموا بحبل اللّٰہ جمیعا - تم اللہ تعالےٰ کی رسی کو پورے زور سے پکڑ لو - تو تمہارے اندر کمزوری پیدا نہیں ہوگی - اور جو جماعت نظام کی رسی کو چھوڑ دے گی وہ کامیابی کا منہ نہیں دیکھ سکے گی - پس یہ سزا اُن کو

نظام کی رسی چھوڑنے کی وجہ سے
دی گئی ہے - اکثریت جس کے حق میں فیصلہ کیا گیا تھا - ان میں سے بعض نے مجھے لکھا ہے - کہ ہمیں تو معاف کیا جائے ہم نے تو شور و شر نہیں کیا - مَیں نے ان کو جواب دیا ہے - کہ بے شک تم نے شور و شر نہیں کیا - لیکن جب تمہیں علم ہو گیا تھا - کہ مَیں نے اس تفرقہ کو ناپسند کیا ہے - تو تمہارا فرض تھا - کہ تم تفرقہ نہ ہونے دیتے - تم دوسری پارٹی سے کہہ دیتے - کہ نہ ہم ادھر ووٹ دیتے ہیں نہ آپ ادھر ووٹ دیں - گورنمنٹ کا کوئی قانون آپ لوگوں کو ووٹ دینے پر مجبور نہیں کرتا تھا - لیکن اب ووٹ دے کر اور جماعت میں تفرقہ پیدا کر کے معافی مانگنا کیا معنے رکھتا ہے -

یہ کمزوریاں ہیں
جو جماعت کے ایک طبقہ سے ظاہر ہوئی ہیں - مگر ان باتوں کا معلوم ہو جانا بھی ہمارے لئے ایک خوش قسمتی کی بات ہے اگر یہ باتیں جماعت میں رائج ہو جاتیں تو پھر ان کا دور کرنا بہت مشکل ہو جاتا - اب ہمیں معلوم ہو گیا ہے - کہ ابھی

جماعت کے لئے الیکشنوں کا امتحان
باقی ہے - روپے کا امتحان آیا تو ہم نے شاندار کامیابی حاصل کی - وقف زندگی کا امتحان آیا - تو ہم نے شاندار کامیابی حاصل کی - تحریک جدید کا امتحان آیا تو ہم نے شاندار کامیابی حاصل کی - اب الیکشن کے امتحان میں بھی انشاء اللہ ہم ہی جیتیں گے - یہ اچھا ہوا کہ ہمیں اپنی کمزوریوں کا علم ہو گیا ہے - غرض اس موقع پر تین قسم کی کمزوری دکھائی گئی ہے - بعض لوگوں نے جماعتی نظام کے خلاف کیا - اور تفرقہ کی صورت پیدا کی ہے - یعنی انہوں نے الیکشن کو مقدم اور جماعتی نظام کو موخر کر دیا - اور بعض جگہ ایسا ہوا ہے - کہ انہوں نے کیا تو وہی جو جماعتی طور پر پاس ہوا تھا - مگر وہ جماعتی فیصلے جماعتی فیصلے نہیں تھے اصل میں ذاتی فیصلے تھے - اور بعض جگہ پر یہ

تیسری بات
بھی نمایاں ہوئی کہ بعض لوگوں نے جماعتی نظام کو توڑ دیا جماعت نے کثرت رائے سے ایک فیصلہ کیا اور بعض لوگوں نے کثرت رائے کے خلاف عمل کیا اس قسم کے آدمی بہت کم ہیں - اور شاید ایک درجن کے قریب ہوں مگر بہرحال ایک درجن ایسے آدمیوں کے پیدا ہو جانے کو بھی میری طبیعت برداشت نہیں کر سکتی - اصل چیز تو یہ ہے - کہ اگر دس کروڑ آدمی جماعت میں ہوں یا سو کروڑ ہوں اور جماعتی طور پر ایک فیصلہ ہو جائے تو ایک شخص بھی اسکے خلاف نہ جائے - کجا یہ کہ چند لاکھ کی جماعت میں سے دس بارہ یا پندرہ بیس ایسے ہوں جو اپنے مقامی جماعت کے فیصلہ اور مرکز کی تائید کے بعد بھی اس کے الٹ کرنے لگ جائیں - دنیا میں بھی یہی دستور ہے کہ جب اکثریت کوئی فیصلہ کرتی ہے - تو اقلیت بھی اس کا ساتھ دیتی ہے - کیا وجہ ہے - کہ ہم میں بعض اس کے خلاف ہوں - ڈیموکریسی کے یہی معنی ہوتے ہیں کونسلوں میں بھی وہپ مقرر کرتے ہیں - اور وہپ یہی ہوتا ہے - کہ پارٹی ایک فیصلہ کرتی ہے - جس کے متعلق کہا جاتا ہے - یہ پارٹی کا فیصلہ ہے - اسکے بعد وہپ جاری کر دیا جاتا ہے اور اس پارٹی کے ہر ممبر کو وہ فیصلہ بھیج دیا جاتا ہے - اسکے بعد ہر ممبر پر یہ لازم ہوتا ہے کہ وہ پارٹی کے فیصلہ کی تائید کرے اور اس کے خلاف نہ چلے - سیاسی معاملات

میں بھی یہ طریق جاری ہے۔ دنیوی معاملات میں بھی ایسا ہی ہوتا ہے۔ دینی معاملات میں بیشک خواہ اکثریت یہ کہے کہ ہم اسلام کو جھوٹا سمجھتے ہیں۔ تب بھی اس کی اتباع ضروری نہیں ہوگی۔ کیونکہ یہ

آخرت کا معاملہ

ہے۔ اور ہر انسان اپنے اعمال کے متعلق خدا تعالیٰ کے حضور جواب دہ ہوگا لیکن اگر

دین کا معاملہ

آڑے تو کثرت کی اتباع کرنی چاہیئے۔ سوائے اس کے اس سے کوئی دینی رخنہ پیدا ہوتا ہو۔ یا اخلاقی طور پر کوئی نقص ہو۔ یا دنیوی طور پر کسی شدید نقصان کا احتمال ہو۔ پس

تین نقائص

ہیں۔ جو اس دفعہ ہمیں معلوم ہوئے ہیں ایک یہ کہ بعض سرکردہ آدمی بھی نفسانیت کے پیچھے چلے۔ اور حقیقتاً انہوں نے سلسلہ کے مفاد کو نہیں دیکھا۔ اور ظاہر یہ کیا ہے۔ کہ وہ گویا جماعتی فیصلہ کی اتباع کر رہے ہیں۔ دوسرے یہ کہ کچھ لوگوں نے اس موقعہ کو فساد اور جھگڑے کا موجب بنایا۔ اور جماعتی اتحاد کو الیکشن کے تابع کر دیا۔ کچھ لوگوں نے جماعتی فیصلہ کے خلاف بھی عمل کیا اب ہمارا یہ کام ہے۔ کہ عقل اور تدبیر سے کام لیتے ہوئے اور خدا تعالےٰ سے دعائیں کرتے ہوئے اس مرض کا علاج کریں۔ جو ہمیں اپنی زندگی میں معلوم ہوگیا ہے۔ اور کوشش کریں کہ

جماعت ایسے مقام فرمانبرداری پر کھڑی ہو جائے

کہ اگر مقامی جماعت کی اکثریت کوئی فیصلہ کرے۔ یا ساری جماعت کسی کام کے کرنیکا فیصلہ کرے تو اس فیصلہ کی سارے کے سارے پیروی کریں اور ان میں سے کوئی ایک بھی اسکے خلاف نہ جائے اور ان چیزوں کو جو دنیوی ہیں جماعتی نظام کے توڑنے کا موجب نہ بنائے ورنہ یہ ایسی ہی بات ہوگی جیسے کوئی شخص مکھی کی خاطر اپنا گھوڑا مار ڈالے ایک طرف دین ہے۔ اور دوسری طرف دنیا ہے۔ کیا وجہ ہے۔ کہ دنیا کے لئے اتنے جھگڑے ہوں کہ دین پر اس کا خطرناک اثر پڑے ایسی صورت میں تو ایک دنیوی کام کو نہ کرنا ہی اچھا ہے۔ جس سے

دین میں تفرقہ

پیدا ہوتا ہو۔ مثلاً جب جھگڑا پیدا ہو گیا تھا تو گوجرانوالہ کے لوگ، ووٹ ہی نہ دیتے اگر گوجرانوالہ کی جماعت ہوشیار رہوتی تو یہ فیصلہ کرتی کہ چلو ہم گھر میں بیٹھ جاتے ہیں۔ آپس میں کیوں لڑائی کریں ہمیں کوئی قانون مجبور نہیں کرتا کہ ووٹ دیں۔ پس ضروری ہے۔ کہ جماعت کے اندر ایسا اخلاص پیدا کیا جائے۔ کہ وہ مداہنت کا رنگ اختیار نہ کرے۔ ظاہر تو یہ کیا جائے کہ ہم سلسلہ کی فرمانبرداری اور اسلام کی خیرخواہی کر رہے ہیں۔ اور سلسلہ کو فائدہ پہنچا رہے ہیں لیکن درحقیقت ذاتی تعلقات ان کو ایک فیصلہ پر ابھار رہے ہوں۔

(۳) احرار کو ووٹ کیوں دیتے

تیسری بات جس کا بہت کچھ چرچا رہا ہے۔ اور جس کی وجہ سے جماعت کے لوگوں کے دلوں میں بھی ایک خلش پیدا ہو رہی ہے اس کے متعلق بھی میں کچھ بیان کرنا چاہتا ہوں اور وہ یہ کہ ڈسکہ کے علاقہ میں جماعت نے

احرار کو ووٹ دینے کا فیصلہ

کیا اس فیصلہ کی وجہ سے دو قسم کی خلش پیدا ہو رہی ہے۔ ایک یہ کہ احرار کو ووٹ کیوں دیا جبکہ وہ ہم کو گالیاں دینے والے ہیں۔ دوسرے یہ کہا جاتا ہے۔ کہ احرار کی طرف سے یہ پراپیگنڈا کیا گیا ہے کہ احمدیوں نے جھوٹ بولا ہے۔ ہم نے ان سے قطعاً کوئی مدد نہیں مانگی۔ انہوں نے ہمیں بدنام کرنے کیلئے ہمیں ووٹ دینے کا اعلان کیا ہے۔ چنانچہ پرسوں سرحد سے ایک خط آیا جس میں لکھا تھا کہ اشتہارات کے ذریعہ اور لیکچروں کے ذریعہ یہ کہا گیا ہے۔ کہ احمدیہ جماعت جو کہتی ہے۔ کہ ہم نے احراریوں کو مدد دی ہے۔ یہ بالکل غلط ہے۔ نہ انہوں نے ہمیں مدد دی ہے اور نہ ہم نے ان سے مدد طلب کی ہے۔ وہ جھوٹ بولتے ہیں۔ اس معاملہ میں اس وقت تک میری زبان بندھی تھی کیونکہ میں ایک معاہدہ کی رو سے اس کا پابند تھا۔ کہ الیکشن تک اس بات کو ظاہر نہ کروں۔ لیکن اب جبکہ الیکشن ختم ہو چکے ہیں۔ میں

ساری حقیقت

بیان کرتا ہوں کہ کس طرح یہ واقعہ ہوا۔ بات یہ ہے کہ

نواب محمد دین صاحب

جو ناروال کے علاقہ سے امیدوار تھے ان سے پہلے وہاں ان کے لڑکے مسٹر محمد نقی امیدوار کھڑے ہوئے تھے۔ انہوں نے بوجہ اپنے تعلقات کے یونینسٹ پارٹی سے ٹکٹ مانگا تھا۔ اور یونینسٹ پارٹی نے غور کرنے کے بعد یہی فیصلہ کیا تھا کہ اگر کوئی شخص واقعہ میں اس علاقہ کی سیٹ جیت سکتا ہے۔ تو وہ محمد نقی ہی ہے۔ لیکن چونکہ ہماری مدد دیاں لیگ کے ساتھ تھیں۔ بلکہ ہر جگہ اس قسم کے احکام جاری کئے گئے تھے۔ کہ لیگ کے لئے کوشش کرو۔ اس لئے

ملک خضر حیات خان صاحب

نے نواب صاحب کو بلا کر کہا کہ اگرچہ اس سیٹ کے لئے محمد نقی مناسب ہے۔ لیکن میں نے یہ سنا ہے۔ کہ احمدی جماعت کا مسلم لیگ سے کوئی سمجھوتہ ہو گیا ہے۔ اگر نقی الیکشن کے ایام آنے پر پھسل جائے اور دوسرے فریق کیطرف چلا جائے یا بیٹھ جائے۔ تو ہماری سیٹ خطرے میں پڑ جاتی ہے۔ اس لئے مجھے تسلی دلواؤ کہ ایسا نہیں ہوگا۔ چنانچہ نواب محمد دین صاحب میری بیماری کے ایام میں قادیان آئے۔ میں چارپائی پر لیٹا ہوا تھا۔ اور اسی حالت میں مجھے ملے۔ اور کہا کہ اس قسم کا خدشہ ملک صاحب نے بیان کیا ہے۔ کیا میں انہیں یقین دلا دوں کہ ایسا نہیں ہوگا۔ اور کیا واقعہ میں کوئی ایسا معاہدہ ہوا ہے یا نہیں۔ میں نے

معاہدہ والی بات غلط ہے

لیکن اگر وہ آپ کو ٹکٹ دے دیں۔ اور پھر بعد میں لیگ سے ہمارا معاہدہ بھی ہو جائے۔ تو ہم کسی احمدی کو جھوٹ بولنے پر مجبور نہیں کرینگے۔ اور محمد نقی کو معاہدہ کی پابندی سے مستثنیٰ کر دینگے۔ ہم کہیں گے کہ چونکہ اس نے پہلے سے معاہدہ کیا ہے اس لئے اس پر یہ فیصلہ اثر انداز نہیں ہوتا چنانچہ ایسا ہی واقعہ پھلوال کی تحصیل میں ہوا ہے۔ وہاں شیخ فضل حق صاحب پراچہ لیگ کیطرف سے کھڑے تھے۔ پہلے ان کے خلاف فیصلہ ہوا تھا۔ اس وقت میرے پاس

ملک صاحب خانصاحب نون

آئے۔ جو خود بھی اس حلقہ سے امیدوار تھے انہوں نے کہا۔ کہ کیا مجھے اجازت ہے کہ میں فلاں صاحب سے جو مقابل پر کھڑے ہیں معاہدہ کر لوں۔ کیونکہ ان کی کامیابی کے زیادہ امکانات ہیں۔ میں نے کہا اجازت ہے۔ جب میں نے اجازت دیدی۔ تو وہ وہاں گئے۔ اور غالباً احمدیت کے سوال کی وجہ سے انہوں نے سمجھا۔ کہ مجھے ووٹ کم ملیں گے۔ اس لئے تیسرے امیدوار سے کہا۔ کہ تم کھڑے رہو۔ میں تمہاری مدد کرونگا۔ اور خود کھڑا نہ ہونگا۔ اس امیدوار نے ان سے کہا قسم کھاؤ کہ میری مدد پر قائم رہو گے۔ چنانچہ انہوں نے قسم کھائی اسی اثناء میں مسلم لیگ کے بعض لیڈروں سے جو باتیں ہو رہی تھیں۔ اس کے نتیجہ میں جماعتی فیصلہ یہ ہوا۔ کہ

شیخ فضل حق صاحب پراچہ

کی مدد کی جائے۔ چنانچہ شیخ فضل حق صاحب پراچہ کی مدد کے متعلق جماعتوں کو ہدایتیں چلی گئیں۔ اس پر ملک صاحب آئے کہ میں نے تو آپکے کہنے کے بعد قسم کھائی تھی۔ پھر میں کیا کروں۔ کیا میرے لئے کوئی ایسی راہ کھلی ہے۔ جس سے میں بجائے ان کی مدد کرنے کے جماعت کے ساتھ مل کر لیگ کی مدد کروں۔ میں نے کہا ایسی کوئی راہ نہیں کھلی آپ نے ان کی مدد کرنے کی قسم کھائی ہوئی ہے اور قسم بھی ہماری اجازت کے بعد کھائی ہے۔ اسلئے کوئی صورت بھی ایسی نہیں کہ آپ اس معاہدہ کو توڑ سکیں اس لئے آپ اس حکم سے مستثنیٰ رہینگے آپ کا خدا تعالےٰ کی طرف سے فرض ہے۔ کہ

اپنا معاہدہ پورا کریں

خواہ باقی جماعت دوسری طرف ووٹ دے چنانچہ ملک صاحب خان صاحب نون یونینسٹ امیدوار کی مدد کرتے رہے۔ اور باقی جماعت لیگ کی مدد کرتی رہی۔ پس معاہدہ کی خلاف ورزی ہمارے اصول کے خلاف ہے بشرطیکہ معاہدہ حقیقی ہو۔ مثلاً جماعت کی اجازت سے ہو جماعت کی اجازت کے بغیر ہو تو اسے ہم معاہدہ ہی نہیں سمجھتے۔

کیونکہ جماعت کے کسی فرد کو جماعت کے مشورہ اور اس کی اجازت کے بغیر کسی ایسے معاہدہ کی اجازت نہیں ہوتی جو قومی امور پر اثر انداز ہو۔ لیکن اگر جماعت کی اجازت سے کوئی معاہدہ ہونا ہے۔ تو ہم اس کو بدلنے نہیں دیتے۔ خواہ کچھ ہو جائے) جب نواب صاحب اٹھنے لگے۔ تو میں نے کہا۔ اگر یونینسٹ پارٹی ہم سے یہ سلوک کرے گی۔ کہ ہم کو ایک "ٹکٹ" دے دے۔ تو ہم بھی اس کے ساتھ سلوک میں پیچھے نہیں رہیں گے۔ ہم ڈسکہ کی جماعت کو مشورہ دیں گے۔ کہ وہ بھی

یونینسٹ امیدوار کو ووٹ

دے۔ چنانچہ نواب صاحب نے یہ بات ملک خضر حیات خاں صاحب تک پہنچا دی۔ یونینسٹ پارٹی نے

عزیزم محمد نقی صاحب

کو ٹکٹ دے دیا۔ لیکن جب ان کے مقابل ... محمد ممتاز صاحب دولتانہ کھڑے ہوئے۔ تو چونکہ وہ بڑی پوزیشن کے آدمی تھے۔ اس لئے یونینسٹ پارٹی نے نواب محمد دین صاحب سے کہا۔ کہ یہ بچہ ان کا مقابلہ نہیں کر سکے گا۔ بہتر ہوگا۔ کہ آپ کھڑے ہو جائیں۔ چنانچہ نواب صاحب کھڑے ہو گئے۔ اور چونکہ ہم نے یہ وعدہ کیا تھا۔ کہ

ڈسکے کی جماعت کے ووٹ یونینسٹ امیدوار کو

دیں گے۔ اس لئے ہم اپنے وعدے کے مطابق اس کے پابند تھے۔ کہ یونینسٹ امیدوار کو ووٹ دیں۔ یونینسٹ کی طرف سے چودھری غلام رسول صاحب ذیلدار کھڑے کئے گئے تھے۔ لیکن دسمبر میں شبہ پیدا ہونا شروع ہوا۔ کہ وہ کامیاب نہیں ہو سکیں گے۔ چنانچہ اس دوران میں

سر ظفر اللہ خاں صاحب

ملک خضر حیات خاں صاحب کو ملنے گئے۔ تو انہوں نے چودھری صاحب سے ذکر کیا۔ کہ چودھری غلام رسول صاحب کی کامیابی کی امید کم نظر آتی ہے۔ دوسرے وہاں صاحبزادہ فیض الحسن صاحب آلومہاری کھڑے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ کہ میں آپ کے ساتھ مل جاتا ہوں۔ مجھے آپ مدد دیں۔ اگر میں صاحبزادہ فیض الحسن صاحب کے حق میں فیصلہ دے دوں۔ تو کیا جماعت اس پر تیار ہو جائے گی۔ کہ صاحبزادہ صاحب کی مدد کرے۔ چودھری صاحب نے کہا۔ کہ جب تک میں مرکز میں اطلاع نہ دوں۔ اور مشورہ حاصل نہ کر لوں۔ اس بارہ میں میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔ لیکن میں سمجھتا ہوں۔ جبکہ آپ کی پارٹی کو ووٹ دینے کا وعدہ کیا گیا ہے۔ تو جس کو بھی آپ کہیں گے۔ ہم ان کو ووٹ دے دیں گے۔ ہمارا تو آپ سے وعدہ ہے۔ نہ کہ غلام رسول صاحب سے یا فیض الحسن صاحب آلومہاری سے۔ اگر آپ ان کو کھڑا کر دیں گے۔ تو ہم ان کو ووٹ دے دیں گے۔ لیکن وہ جماعت احمدیہ کے مقررہ معاہدہ کی پابندی کا عہد کریں۔ ملک صاحب نے کہا۔ میں انہیں یہ بات سمجھا دوں گا۔ لیکن آپ یہ بات مرکز میں پہنچا دیں۔ سر ظفر اللہ خاں صاحب نے آ کر مجھے یہ بات بتائی۔ میں نے کہا۔ آپ نے

صحیح جواب

دیا ہے۔ ہمارا وعدہ یونینسٹ پارٹی سے ہے۔ اگر یونینسٹ پارٹی صاحبزادہ فیض الحسن صاحب کو کھڑا کرے۔ تو خواہ ہمیں وہ امیدوار پسند ہو یا نہ ہو۔ ہم اپنا وعدہ پورا کرنے کے پابند ہیں۔ اور ہم اپنا وعدہ ضرور پورا کریں گے۔

اس کے بعد جنوری میں صاحبزادہ فیض الحسن صاحب اور

خان بہادر قاسم علی صاحب

قادیان تشریف لائے۔ اور چودھری ظفر اللہ خاں صاحب کی معیت میں مجھ سے ملے۔ صاحبزادہ صاحب نے کہا۔ کہ میرے چانسز زیادہ ہیں۔ اگر ملک خضر حیات خاں صاحب میری سفارش کر دیں۔ تو کیا آپ کی جماعت مجھے ووٹ دے دیگی۔ میں چونکہ جماعت سے پہلے ہی مشورہ کر چکا تھا۔ اور اکثر دوستوں نے یہی بتایا تھا کہ اگر ہماری جماعت ان کو ووٹ دے۔ تو ان کی کامیابی کا زیادہ امکان ہے۔ اس لئے میں نے صاحبزادہ صاحب سے کہا۔ کہ اگر آپ جماعتی معاہدہ کے لئے تیار ہوں۔ تو ہماری جماعت آپکو ووٹ دے دیگی۔ بشرطیکہ ملک خضر حیات خاں صاحب آپکی سفارش کر دیں۔ کیونکہ ہمارا وعدہ اصل میں ان سے ہے۔ صاحبزادہ صاحب نے کہا کہ میں جماعتی معاہدہ لکھ کر دینے کو تیار ہوں۔ اور ملک صاحب کی تحریر آپ کو جا کر بھجوا دوں گا۔ میرے معاہدہ کے متعلق یہ شرط ہوگی۔ کہ الیکشن کے آخر تک اسے ظاہر نہ کریں۔ میں نے انہیں بتایا۔ کہ ہمارا یہ طریق نہیں۔ کہ ہم معاہدات کو یونہی ظاہر کریں۔ ہمارے ساتھ چالیس پچاس آدمیوں کے معاہدے ہوئے ہیں۔ لیکن ہم نے کسی ایک کے معاہدہ کو بھی شائع نہیں کیا۔ پھر صاحبزادہ صاحب نے کہا۔ میں نے سنا ہے۔ کہ نارووال کی تحصیل سے نواب صاحب کھڑے ہوئے ہیں۔ اور نارووال کی تحصیل کے راجپوتوں میں میرے بہت سے مرید ہیں۔ میں ان سے کہوں گا کہ وہ نواب صاحب کے حق میں ووٹ دیں۔ میں نے ان سے کہا۔ کہ ہم کسی لالچ کی وجہ سے آپ کو ووٹ نہیں دے رہے۔ اور نہ ہم سودا کرنا چاہتے ہیں۔ بلکہ ہمارا ملک صاحب سے وعدہ تھا۔ کہ جو آدمی بھی آپ کا کھڑا ہوگا۔ ہم اس کو ووٹ دیں گے۔ ہم اپنا وعدہ پورا کرینگے۔ آپکے مریدوں کے ووٹ حاصل کرنا ہمارے مدنظر نہیں۔ وہ بے شک ہمارے خلاف ووٹ دیں۔ (چنانچہ اکثر ووٹ راجپوتوں کے ہمارے خلاف ہی گئے ہیں) پھر صاحبزادہ صاحب نے کہا۔ کہ اگر آپ

احرار کی شدید مخالفت کے باوجود

میرے حق میں فیصلہ کریں گے۔ تو کوئی وجہ نہیں کہ جماعت احرار بھی آپ سے تعاون کے لئے ہاتھ نہ بڑھائے۔ میں نے کہا۔ اس بات کا بھی سوال نہیں۔ آپ کی جماعت تعاون کا ہاتھ بڑھائے یا نہ بڑھائے۔ ہم نے تو ملک صاحب سے وعدہ کیا ہوا ہے۔ وہ جس کے حق میں فیصلہ کر دینگے۔ ہم اسے ووٹ دینگے خواہ اس کے تعلقات ہمارے ساتھ اچھے ہوں یا برے۔ پھر صاحبزادہ صاحب نے کہا۔ کہ میں جاتا ہوں۔ اور ملک صاحب سے فیصلہ کر کے آپ کو اطلاع دوں گا۔

(اس جگہ

عزیزم مرزا بشیر احمد صاحب کی شہادت

بھی درج کرتا ہوں۔ جن سے صاحبزادہ فیض الحسن صاحب میری ملاقات سے پہلے ملے تھے۔ مرزا بشیر احمد صاحب تحریر فرماتے ہیں:-

"جب صاحبزادہ فیض الحسن صاحب آلومہاری اواخر جنوری ۱۹۴۶ء میں قادیان آئے۔ تو حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ کے پاس جانے سے قبل میرے مکان پر بھی تشریف لائے تھے۔ اس وقت ان کے ساتھ مکرم چودھری سر محمد ظفر اللہ خاں صاحب اور خان بہادر چودھری قاسم علی صاحب آف ڈسکہ بھی تھے۔ مکرمی چودھری صاحب نے میرے ساتھ صاحبزادہ صاحب کا تعارف کرایا۔ جس پر مجھے حیرانی ہوئی۔ کہ وہ اتنی مخالفت کے باوجود کس طرح تشریف لائے ہیں۔ لیکن ابھی میں نے کوئی بات نہیں کی تھی۔ کہ چودھری صاحب نے ازخود ہی فرمایا۔ کہ صاحبزادہ صاحب اپنے لئے حلقہ ڈسکہ کے احمدی ووٹروں کی امداد حاصل کرنے کے واسطے قادیان آئے ہیں۔ اور میں حضرت صاحب کی ملاقات سے قبل انہیں آپ کے پاس لے آیا ہوں۔ اس پر میں نے احرار پارٹی کی شدید مخالفت کے پیش نظر صاحبزادہ صاحب سے پوچھا۔ کہ کیا آپ نے اس بارے میں اپنی پارٹی کے ساتھ بھی بات کر لی ہے۔ صاحبزادہ صاحب نے فرمایا۔ ہاں میں نے بات کر لی ہے۔ اور خصوصیت سے مولانا مظہر علی صاحب اظہر کا نام لیا۔ کہ میں ان کے ساتھ بات کر کے ہی قادیان آیا ہوں۔ میں نے کہا فیصلہ تو حضرت صاحب فرمائینگے۔ لیکن اس قدر میں یقین رکھتا ہوں۔ کہ چونکہ یہ ایک سیاسی کام ہے۔ اس لئے مذہبی اختلاف کی بناء پر انکار نہیں کیا جائیگا۔ چودھری صاحب نے فرمایا۔ میں نے بھی صاحبزادہ صاحب سے یہی کہا ہے۔ اس کے بعد چودھری صاحب نے مکرمی سید ولی اللہ شاہ صاحب ناظر امور عامہ کی طرف پیغام بھجوایا۔ کہ جو معاہدہ الیکشن میں امداد لینے والے امیدواروں سے لکھایا جاتا ہے۔ اسکی نقل بھجوا دیں۔ تا وہ صاحبزادہ صاحب کو دکھا دیا جائے۔ چنانچہ پیغام جانے پر مکرمی ناظر صاحب امور عامہ اس معاہدہ کا مسودہ خود اپنے ساتھ لیکر تشریف لے آئے۔ اور صاحبزادہ فیض الحسن صاحب نے ہم سب کے سامنے اسے پڑھا اور پڑھنے کے بعد فرمایا۔ کہ اس میں کوئی ایسی بات نہیں جسکی وجہ سے مجھے اس معاہدہ کے لکھ دینے سے انکار ہو۔ اس کے بعد صاحبزادہ صاحب حضرت صاحب کی ملاقات کے لئے تشریف لے گئے۔ فقط خاکسار مرزا بشیر احمد")

اس کے کچھ دن بعد میں کھانا کھا رہا تھا۔ کہ فون آیا۔ کہ پیر صاحب آپ سے بات کرنا چاہتے ہیں۔ جس بات کیلئے ملک خضر حیات خاں صاحب نے مجھے فون کیا۔ وہ تو اور تھی۔ گو الیکشن کے سلسلے میں ہی تھی

مگر اسی سلسلہ میں انہوں نے بتایا۔ کہ صاحبزادہ فیض الحسن صاحب میرے پاس آئے تھے۔ لیکن ابھی تک کوئی فیصلہ نہیں ہوا۔ میں نے ان سے کہا۔ میں نے تو وعدہ آپ سے کیا تھا۔ آپ آپ جس کے حق میں فیصلہ کر دیں ہم اسے ووٹ دیں گے۔ اسی فون میں یا غالباً دوسرے فون میں (میرا خیال ہے کہ دوسرے فون میں جو کچھ دنوں کے بعد ملک خضر حیات خانصاحب نے کیا) انہوں نے کہا کہ

صاحبزادہ صاحب کہتے ہیں

کہ میں تحریر تو نہیں دے سکتا۔ آپ میری طرف سے ضمانت دیدیں۔ مگر میں ان کی ضمانت کس طرح دے سکتا ہوں۔ کیونکہ میں انہیں پوری طرح جانتا نہیں۔ میں نے ملک صاحب سے کہا۔ ہمارا وعدہ تو آپ سے ہے۔ آپ جس کے متعلق فیصلہ کریں گے۔ ہم اس کے حق میں ووٹ دیدیں گے۔ آخر جب ۲ فروری تک کوئی فیصلہ نہ ہوا تو

سیالکوٹ کے نمائندے

میرے پاس آئے۔ اور انہوں نے مجھ سے اس بارہ میں مشورہ طلب کیا۔ میں نے انہیں سارا معاملہ بتا کر کہا کہ

چوہدری اسد اللہ خانصاحب

کے پاس چلے جائیں۔ میں نے انہیں سب معاملہ سمجھا دیا ہے۔ وہ ملک صاحب سے پوچھ کر آخری فیصلہ آپ کو بتا دیں گے۔ جو وہ کہیں وہی میری رائے سمجھی جائے۔ چنانچہ میں نے سب بات لکھ کر چوہدری اسد اللہ خانصاحب کو بھجوا دی۔ جب چوہدری صاحب نے ملک خضر حیات خانصاحب سے دریافت کیا۔ کہ صاحبزادہ فیض الحسن صاحب کے متعلق کیا فیصلہ ہوا ہے۔ تو ملک صاحب نے یا ان کے سیکرٹری نے چوہدری صاحب سے کہا۔ کہ صاحبزادہ صاحب کہتے ہیں کہ میں تحریر نہیں دے سکتا۔ آپ ضمانت دیدیں۔ اور ہم ضمانت نہیں دے سکتے۔ ویسے وہ ہمارے ہی آدمی ہیں۔ اگر آپ پسند کریں تو ان کو ووٹ دیدیں۔

شیخ بشیر احمد صاحب

نے یہ بات مجھے فون پر کہی۔ تو میں نے ان سے کہا کہ ملک خضر حیات خانصاحب سے کہیں کہ ہماری پسند اور ناپسند کا تو سوال ہی نہیں ہم نے آپ سے وعدہ کیا تھا۔ کہ ہم آپ کے آدمی کو ووٹ دیں گے۔ اور ہم اپنا وعدہ پورا کریں گے۔ اس طرح غالباً ۳ فروری کو

صاحبزادہ فیض الحسن صاحب کے حق میں ووٹ دینے کا فیصلہ

یونینسٹ پارٹی کی طرف سے ہوا۔ اور چوہدری اسد اللہ خانصاحب نے وہاں کی جماعتوں کو یہ ہدایت کی کہ وہ اپنے ووٹ صاحبزادہ فیض الحسن صاحب کو دیں۔ یہ واقعات ہیں جن کی بناء پر صاحبزادہ صاحب کو جماعت نے ووٹ دئیے۔ جماعت کا یونینسٹ پارٹی سے یہ وعدہ تھا کہ ان کا جو نمائندہ وہاں کھڑا ہوگا۔ جماعت اسے ووٹ دے گی۔ یونینسٹ نے صاحبزادہ صاحب کو اپنا لیا۔ اور جماعت نے اپنے وعدہ کے مطابق صاحبزادہ صاحب کو ووٹ دئیے۔ ہم نے یونینسٹ پارٹی سے یہ شرط نہیں کی تھی۔ کہ اگر وہ آدمی ہماری مرضی کے مطابق ہوگا تو اسے ووٹ دیں گے۔ اور اگر ہماری مرضی کے مطابق نہیں ہوگا۔ تو اسے ووٹ نہیں دیں گے۔ یونینسٹ پارٹی نے صاحبزادہ صاحب کو کھڑا کیا۔ ہم نے انہیں ووٹ دے دئیے پھر صاحبزادہ صاحب خود یہاں آئے۔ اور جماعتی معاہدہ کرنے کے لئے آمادگی کا اظہار کیا۔ اس کے گواہ خان بہادر قاسم علی صاحب اور چوہدری ظفر اللہ خانصاحب ہیں۔ (خان بہادر قاسم علی صاحب احمدی نہیں ہیں) چونکہ

الیکشن گزر چکا ہے

اور صاحبزادہ صاحب کے یہ الفاظ تھے۔ کہ الیکشن کے دوران میں اس بات کو ظاہر نہ کیا جائے۔ کیونکہ مجھے نقصان پہونچنے کا احتمال ہے۔ الیکشن کے بعد آپ جسطرح چاہیں اسے استعمال کریں۔ اور دوسرے ان کی پارٹی نے یہ کہا ہے کہ انہوں نے احمدیوں سے کوئی مدد وغیرہ نہیں مانگی اور نہ احمدیوں نے ان کی مدد کی ہے احمدیوں نے محض احرار کو بدنام کرنے کے لئے ایسا کیا ہے۔ اس لئے میں اس

حقیقت کا اظہار

کر رہا ہوں۔ اور میں جماعت کے دوستوں کو بتا دینا چاہتا ہوں۔ کہ احرار کو اگر ہم نے ووٹ دئیے ہیں تو سیاسی معاملہ میں دئیے ہیں۔ نہ کہ کسی دینی معاملہ میں۔ اس سے پہلے

مولوی ظفر علی خانصاحب

کو جو کہ سنٹرل اسمبلی کے ممبر ہوئے ہیں۔ ہماری جماعت نے ووٹ دئیے تھے۔ کیونکہ ہم سمجھتے ہیں۔ کہ دنیوی معاملے میں اگر ایک احراری مسلمان قوم کے لئے زیادہ مفید ہو سکتا ہے تو ہم احراری کو کیوں ووٹ نہ دیں۔ ہر مسلمان جو

سیاسیات کے لحاظ سے مسلمان

کہلاتا ہے۔ اگر ہم اس کے متعلق یہ سمجھتے ہوں۔ کہ وہ زیادہ اچھا کام کر سکتا ہے تو ہمارا فرض ہے۔ کہ ہم اسے ووٹ دیں خواہ وہ شیعہ ہو یا سنی۔ یا وہابی ہو یا غیر وہابی۔ اسیطرح اگر ہم ایک مسلم لیگی کے متعلق سمجھتے ہیں۔ کہ وہ مسلمانوں کے لئے مفید کام کر سکتا ہے۔ تو ہمیں اس کے احمدی نہ ہونے کی وجہ سے اسے ووٹ دینے میں کوئی دریغ نہیں ہو سکتا۔ اور نہ کسی اور پارٹی کے آدمی کو جو مسلمانوں کے لئے مضر نہ ہو۔

غیب سے سلسلہ کی ترقی کے سامان

چوتھی بات میں یہ بیان کرنا چاہتا ہوں۔ کہ اللہ تعالےٰ غیب سے ہمارے سلسلہ کی ترقی کے سامان پیدا کر رہا ہے۔ چنانچہ انہی دنوں خدا تعالےٰ نے بعض ایسے سامان پیدا کئے ہیں۔ جو انسان کو تعجب میں ڈالتے ہیں۔

دنیا میں بعض علاقے

ایسے ہیں جہاں ہم لوگوں کا جانا خصوصاً ہندوستانیوں کا جانا قریباً ناممکن ہے۔ اور جو ہندوستانی پہلے سے وہاں گئے ہوئے ہیں وہ بھی کئی قسم کی تکالیف اٹھاتے رہتے ہیں۔ جیسے

ساؤتھ افریقہ

ہے۔ ساؤتھ افریقہ والے نئے ہندوستانیوں کو وہاں نہیں آنے دیتے۔ اور پرانے ہندوستانی باشندوں پر اتنی سختی کرتے ہیں کہ رسٹوران اور ہوٹلوں میں ہر جگہ یہ لکھا ہوتا ہے۔ کہ ہندوستانی یہاں نہیں آ سکتے۔ ریل گاڑیوں پر لکھا ہوتا ہے کہ ہندوستانیوں کو یہاں داخل ہونے کی اجازت نہیں۔ ان کے لئے بعض مخصوص ڈبے ہوتے ہیں جن پر یہ لکھا ہوتا ہے۔ کہ یہ ہندوستانیوں کے لئے ہیں۔ ہوٹلوں کے باہر لکھا ہوتا ہے۔ کہ ہندوستانیوں کو ان میں داخل ہونے کی اجازت نہیں۔ یا لکھا ہوتا ہے کہ فلاں کمرے میں ہندوستانی بیٹھ کر کھانا کھا سکتے ہیں۔ ایسی جگہ پر ہمارے کسی آدمی کا پہنچنا بالکل ناممکن تھا۔ سالہا سال سے ہم

حسرت کی نگاہ سے

دیکھ رہے تھے۔ کہ کوئی ذریعہ وہاں آدمی بھجوانے کا نکل آئے تو ہم وہاں اپنا مبلغ بھیجدیں لیکن کوئی ذریعہ نظر نہیں آتا تھا۔ پیر کے دن اچانک مجھے معلوم ہوا کہ

ڈاکٹر یوسف سلیمان صاحب

جنہوں نے انگلستان میں ڈاکٹری پاس کی اور وہیں اپنی جوانی کے ایام میں رہے ہیں۔

اچانک قادیان میں

آ پہنچے ہیں۔ مجھے اس سے پہلے نیر صاحب کا خط آیا تھا کہ ڈاکٹر سلیمان صاحب قادیان آ رہے ہیں۔ اور میں حیران تھا۔ کہ ڈاکٹر سلیمان صاحب کے آنے کی شمس صاحب نے اطلاع دی ہے نہ کسی اور نے۔ یہ بات کیا ہے۔ مگر ابھی نیر صاحب کو اس بارہ میں کوئی خط نہیں لکھا گیا تھا۔ کہ ڈاکٹر یوسف سلیمان صاحب اچانک قادیان پہنچ گئے۔ ڈاکٹر صاحب نے اپنی ساری عمر انگلستان میں گزاری ہے۔ انہوں نے ڈاکٹری پاس تو کی تھی۔ لیکن ڈاکٹری پیشہ اختیار نہیں کیا۔ ان کے والد صاحب امیر آدمی تھے۔ اور اتنی جائداد انہوں نے چھوڑی ہے۔ کہ وہ اسی پر گزارہ کرتے ہیں۔ ان کے والد کیپ ٹاؤن کے علاقہ کے ویسے ہی لیڈر تھے جیسے مسٹر گاندھی نٹال کے اور دونوں مل کر کام کیا کرتے تھے۔ جب ڈاکٹر صاحب مجھے ملے۔ تو انہوں نے بتایا کہ

مسٹر گاندھی کئی دفعہ ہمارے گھر آکر ٹھہرتے۔ اور کئی دفعہ ہم ان کے گھر جا کر ٹھہرتے۔ ان کے دوسرے بھائی بھی احمدی ہیں۔ لیکن ہمشیر احمدی نہیں امیر آدمی ہونے کی وجہ سے گزارے سے بے فکر ہیں۔ کیونکہ جائداد کے کرایہ کی آمد انہیں کافی ہو جاتی ہے۔ ڈاکٹر صاحب بہت دیر سے احمدی ہیں۔ جب میں ولایت گیا

تو یہ کچھ دنوں کے لئے اتفاقاً وطن گئے ہوئے تھے۔ اس لئے ان سے ملاقات نہ ہو سکی اب پہلی دفعہ میں نے ان کی شکل دیکھی ہے انہوں نے کہا کہ میں اصل میں ساؤتھ افریقہ جا رہا تھا۔ اور میں نے وہیں کا پاسپورٹ لیا ہوا تھا۔ جب کلکتہ پہنچا تو ارادہ ہوا کہ ہندوستان میں ٹھہر جاؤں۔ کیونکہ کلکتہ کی غلاظت دیکھ کر مجھ پر اتنا اثر ہوا۔ کہ میں نے ارادہ کیا کہ کوئی علاقہ تجویز کر کے ہندوستان کے لوگوں کو

صفائی کیساتھ رہنے کی عادت

ڈالوں اور ساتھ ہی تبلیغ بھی کروں وہ چونکہ پہلی دفعہ یہاں آئے تھے۔ اس لئے ان کو بات آہستگی سے سمجھانی پڑھتی تھی۔ میں نے کہا اس قسم کے نیک ارادے لیکر یہاں بڑے بڑے پادری آئے۔ لیکن ہم لوگوں کو صفائی سکھاتے سکھاتے وہ خود تھک گئے یہ سینکڑوں سال کی عادتیں آہستہ آہستہ ہی مٹتی ہیں۔ ایک آدمی کس طرح اتنا بڑا کام کر سکتا ہے۔ پھر یہ بھی سوچنے کی بات ہے کہ آپ جن لوگوں کو صفائی سکھانا چاہتے ہیں کیا کبھی ان کی معذوریاں بھی آپ نے سوچی ہیں۔ آپ کا ملک مالدار ہے جہاں آپ نے عمر گذاری ہے۔ وہ ملک بھی مالدار ہو لیکن ہمارے ملک کا یہ حال ہے کہ

فی آدمی ۱/۲ آنہ روزانہ آمد

ہوتی ہے کسی کے پاس چار کنال زمین ہے۔ کسی کے پاس گھماؤں کسی کے پاس دو گھماؤں اور کسی کے پاس پانچ چھ سات یا آٹھ گھماؤں اور کثرت ایسے لوگوں کی ہے جن کے پاس سات آٹھ گھماؤں سے بھی کم زمین ہے اور وہ بھی پھیلی ہوئی

کسان بیچارہ

صبح چار بجے اٹھتا ہے سات آٹھ گھنٹے ہل چلاتا ہے پھر بھینسوں کو نہلاتا ہے۔ جانوروں کو چارہ ڈالتا ہے۔ اور چونکہ اکثروں کے پاس اتنی زمین نہیں ہوتی کہ اس سے چارہ نکال سکیں اس لئے کھرپا لے کر باہر نکل جاتے ہیں کچھ گھاس سڑک کے اس کنارہ سے کاٹا اور کچھ ادھر سے کاٹا اور پھر کچھ تیسری جگہ سے کاٹا اور کئی گھنٹہ کی محنت کے

بعد کچھ گھاس اپنے بیلوں کو لاکر ڈالتے ہیں تب ان کے بیل زندہ رہتے ہیں۔ اور ان کے بچوں کو روٹی ملتی ہے۔ اور وہ بھی دو وقت کی نہیں کبھی ایک وقت کی ملتی ہے اور کبھی دو وقت کی۔ اب بتائیں جس کو سارا دن کام کرنے کے بعد پیٹ بھر کر کھانے کے لئے روٹی بھی نہ ملے اس کو کپڑا کہاں سے ملے گا۔ جس بیچارے کے پاس صرف ایک تہہ بند ہے اس کے پاس ہمت کہاں کہ وہ کپڑوں کو صاف رکھے وہ تو کام سے تھک کر اور چور ہو کر لیٹتا ہے اور اسے چار بجے تک ہوش ہی نہیں آتا۔ چار بجے اٹھتے ہی وہ پھر باہر چلا جاتا ہے کبھی آپ نے اس کا بھی خیال کیا ہے انہوں نے کہا ہاں ٹھیک ہے۔ پھر انہوں نے کہا۔ یہاں کی گورنمنٹ مجھے بوجہ ساؤتھ افریقن ہونے کے ملک میں رہنے کی اجازت نہیں دیتی میں بھی چاہتا ہوں کہ وہیں اپنے وطن میں رہوں اور سلسلہ کی تبلیغ کروں میں نے کہا کیا کسی طرح

ہم اپنا مبلغ وہاں بھیج سکتے ہیں

انہوں نے کہا ہاں ہاں انہیں استاد کر کے بھیج سکتے ہیں میں کہونگا کہ مجھے اپنے لئے دین کے استاد کی ضرورت ہے اس طرح وہ میرے استاد بن کر جا سکتے ہیں میں نے کہا کہ آپ جائیں اور استاد کے لئے درخواست دے دیں اجازت ملنے پر ہم وہاں اپنا مبلغ انشاء اللہ بھیج دیں گے۔ انہوں نے کہا کہ میری جائیداد کافی ہے وہ مبلغ ہمارے مکانات میں رہے گا۔ اور اس کے سارے اخراجات بھی وہیں سے چل جائیں گے یہاں سے کسی قسم کی مدد کی ضرورت نہ ہو گی اور تبلیغ کے لئے وہاں انشاء اللہ اچھا موقع نکل آئے گا۔ انہوں نے بتایا کہ ساؤتھ افریقہ میں اچھی حیثیت والے جاوا کے لوگ ہیں جو کسی وقت جاوا سے جلا وطن کئے گئے تھے انکے حقوق ہندوستانیوں سے زیادہ ہیں اس پر میں نے تجویز کی کہ ہو سکا تو ہم ایک جاوی احمدی کو مبلغ بنا کر بھجوا سکیں گے جسے انہوں نے پسند کیا پرسوں پھر میں نے ان سے ذکر کیا کہ آپ وہاں پر

پریکٹس کریں گے یا کوئی اور کام کریں گے انہوں نے کہا کہ میں نے فیصلہ کر لیا ہے کہ میں اپنی زندگی تبلیغ کے لئے صرف کرونگا کھانے کی مجھے فکر نہیں کھانے کے لئے خدا تعالیٰ نے کافی دیا ہوا ہے ہاں

غریبوں کیلئے مفت پریکٹس

کرونگا اور اپنی قوم میں احمدیت کو پھیلانے کے لئے تبلیغ میں لگ جاؤنگا اور یہ مفت پریکٹس بھی تبلیغ میں ممد ثابت ہوگی۔ ایک تو میں خود مبلغ ہونگا اور دوسرے مبلغ کو بھی وہاں منگوانے کی کوشش کرونگا۔ اور مجھے امید ہے کہ انشاء اللہ اجازت مل جائے گی۔ جیسا کہ پادریوں کو ملتی ہے کوئی وجہ نہیں کہ انکو بلانے کی اجازت ہو اور ہمیں نہ ہو پھر مجھ سے انہوں نے کہا کہ میں خود بھی بخوبی تبلیغ کر سکتا ہوں لیکن چونکہ میں نے یہاں سے مکمل تعلیم حاصل نہیں کی اور میرے دماغ پر بائیبل چھائی ہوئی ہے اور میں نے اپنی ساری عمر انگریزوں کے ساتھ ہی بسر کی ہے اسلئے ڈرتا ہوں کہ ایسا نہ ہو کوئی بات ایسی میرے منہ سے نکل جائے جو

احمدیت کے خلاف

ہو اور پھر اس کو بعد میں مٹانا مشکل ہو جائے اور لوگ کہیں کہ پہلے مبلغ نے ہمیں یہ بات سکھائی تھی۔ اب اس کے خلاف کیوں کہتے ہو اسلئے مناسب ہے کہ ایک مبلغ ہو جو ان لوگوں کو صحیح تعلیم پہنچائے میں اس کی ہر طرح مدد کرونگا اور پھر اس کے ذریعہ مجھے بھی علم حاصل ہو جائیگا اب دیکھو یہ

خدائی سامان

ہیں نہ ارادہ نہ خیال مجھے تو یہ بھی پتہ نہیں تھا کہ وہ آرہے ہیں اچانک ان کا یہاں آنا معلوم ہوا اور اچانک خدا تعالیٰ کی طرف سے

ساؤتھ افریقہ میں تبلیغ احمدیت کے سامان

پیدا ہوگئے اسی طرح آپ ایک دوست کا امریکہ سے خط آیا ہے۔ وہ ایک مخلص نوجوان ہے۔ اس خط میں اس نے ایک سکیم لکھی ہے۔ اگر اس کو ہم جاری کر سکے۔ تو

ہمارے مبلغین کا امریکہ پہنچنا

بہت آسان ہو جائے گا۔ اور ان کا وہاں کا خرچ بھی ہمارے ذمہ نہ ہوگا اگر اس سکیم کے متعلق ہماری ہر طرح تسلی ہوگئی تو ہم اس کو جاری کرنے کا انشاء اللہ جلد انتظام کریں گے۔ غرض اللہ تعالیٰ

غیب سے ہمارے لئے ترقی کا سامان

پیدا کر رہا ہے اب ہمارا فرض ہے۔ کہ ہم زیادہ سے زیادہ جوش کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے کاموں میں لگ جائیں ہمارے مبلغوں کے لئے زیادہ سے زیادہ جگہیں اور زیادہ سے زیادہ مقامات اپنی گودیں کھولتے جا رہے ہیں اور ہمارا کام دن رات بڑھتا چلا جا رہا ہے ان تمام مقامات کے لئے مبلغ مہیا کرنا ہمارا کام ہے۔ کیونکہ فی الحال بیرونی ممالک کے لوگ مبلغ تیار نہیں کر سکتے مبلغ کے لئے تمام دینی علوم کا جاننا اور اپنی جماعت کے تمام مسائل سے آگاہ ہونا ضروری ہے۔ اور یہ بات فی الحال باہر کسی جگہ پیدا نہیں ہوئی پس ابھی سو یا دو سو سال تک قادیان سے ہی مبلغ باہر بھیجے جائیں گے۔ پھر جب احمدیت بیرونی ممالک میں کثرت کے ساتھ پھیل جائے گی۔ اور احمدیت کو اللہ تعالیٰ غلبہ دے دیگا۔ تو باہر والے بھی مبلغ تیار کر لیں گے۔ جب تک وہ زمانہ نہیں آتا ہمیں

اپنے بچے اشاعت دین کیلئے قربان

کرنے ہونگے آخر اللہ تعالیٰ نے ہمارے اندر کوئی قربانی کی روح دیکھی ہی تھی تبھی تو اس نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ہمارے درمیان بھیجا پس

ہمارا فرض

ہے کہ ہم اپنے جگر گوشوں کو دین کی اشاعت کے لئے قربان کرتے چلے جائیں اور اللہ تعالیٰ کی اس حسن ظنی کو پورا کریں جو اس نے ہمارے متعلق کی اور اپنے آقا کی بات کو جھٹلائیں نہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اس امتحان میں پورا اتارے۔ آمین

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم

ھو الناصر خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ

مَنْ اَنْصَارِیْٓ اِلَی اللّٰہ

تعلیم الاسلام کالج قادیان میں توسیع

بی۔اے۔ بی۔ایس۔سی کی کلاسیں کھولنے کی تجویز

جماعت کے مخلصین سے حضرت امیر المومنین المصلح الموعود کی پُرزور اپیل

رقم فرمودہ حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ

احباب کو معلوم ہے کہ دو۲ سال سے قادیان میں کالج کی بنیاد رکھ دی گئی ہے۔ اس سال الف۔اے اور الف۔ایس۔سی سے طالب علم امتحان دیں گے۔ اور پاس ہونے والے بی۔اے اور بی۔ایس۔سی میں داخل ہوں گے۔ چونکہ الف۔اے اور الف۔ایس۔سی تعلیم کا منتہیٰ نہیں ہیں۔ اس لئے تکمیل تعلیم کے لئے بی۔اے۔ اور بی۔ایس۔سی کی جماعتوں کا ہونا ضروری ہے جن کے کھولنے کے لئے صرف عمارت اور فرنیچر اور سائنس کے سامان کا اندازہ ایک لاکھ ستر ہزار کیا جاتا ہے۔ اور کل خرچ پہلے سال کا دو۲ لاکھ پانچ ہزار بتایا جاتا ہے۔ یونیورسٹی کی طرف سے کمشن آکر بی۔اے۔ اور بی۔ایس۔سی کی جماعتیں کھولنے کی سفارش کر چکا ہے اب صرف ہماری طرف سے دیر ہے۔ اس وقت اگر ہم یہ جماعتیں نہ کھولیں گے۔ تو جماعت کے لڑکے ایک تو اعلےٰ تعلیم کے لئے پھر دوسرے کالجوں میں جانے پر مجبور ہوں گے دوسرے بہت سے لڑکوں کو دوسرے کالج لیں گے ہی نہیں۔ کیونکہ اکثر کالج دوسرے کالجوں کے لڑکوں سے تعصب رکھتے ہیں۔ اس لئے ہمارے لڑکوں کی عمریں تباہ ہونگی تیسرے جو غرض کالج کے اجراء کی تھی۔ کہ لامذہبیت کے اثر کا مقابلہ کیا جائے۔ اور خالص اسلامی ماحول میں پلے ہوئے نوجوانوں کو باہر بھجوایا جائے وہ فوت ہو جائے گی پس ان حالات میں میں نے فیصلہ کیا ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ پر توکل کر کے کالج کی بی۔اے اور بی۔ایس۔سی کی جماعتیں کھول دی جائیں۔ اور اسی سے دعا سے کامیابی کرتے ہوئے میں جماعت احمدیہ کے مخلص افراد سے درخواست کرتا ہوں۔ کہ وہ اس کام کے لئے دل کھول کر چندہ دیں۔ اور یہ دو۲ لاکھ کی رقم اس سال میں پوری کر دیں۔ تاکہ یہ کام بہ تمام وکمال جلد مکمل ہو کر اسلام کی ایک شاندار بنیاد رکھی جائے۔

میں نے اپنے آپ کو ایک نمونہ بنانے کے لئے دس ہزار روپیہ کا وعدہ کیا ہے۔ اس سے پہلے اس سال میں دس۱ ہزار تحریک جدید میں۔ اور پانچ ہزار مدرسہ احمدیہ کے وظائف کے لئے دے چکا ہوں۔ اور ان چندوں کے علاوہ نو دس ہزار کی مزید رقم میں نے ادا کی ہے یا کرنی ہے۔ اور گو یہ میرے ارادے میری موجودہ حالت کے خلاف ہیں۔ لیکن وہ مال جو اللہ تعالےٰ کے دین کی خدمت کے لئے کام نہیں آتا کس کام کا؟ ہماری زبان میں محاورہ ہے۔ کہ بھاڑ پڑے وہ سونا جس سے ٹوٹیں کان۔ پس وہی روپیہ ہمارا ہے جو دین میں خرچ ہو۔ جو ہم نے کھایا وہ گنوایا۔ اور جو خدا تعالےٰ کی راہ میں دیا وہ لیا۔ پس احباب جماعت کو چاہیئے۔ کہ چندوں کی کثرت سے گھبرائیں نہیں۔ بلکہ خوشی سے کودیں اور اچھلیں۔ کہ خدا تعالےٰ نے انہیں اپنے کام کے لئے چن لیا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ احباب اس تحریک کو ایک بار نہ سمجھیں گے۔ بلکہ ایک عظیم الشان انعام سمجھتے ہوئے اس کے حصول کے لئے کھلے دلوں کے ساتھ چندہ دیں گے۔ میں سمجھتا ہوں کہ ہماری جماعت میں اب ایسے لوگ شامل ہیں۔ کہ اگر ان میں سے پانچسو آدمی بھی اس عہد کو سامنے رکھ کر جو انہوں نے خدا تعالےٰ سے کیا ہے اس کام کے لئے آگے آگئے۔ تو وہ دوسروں کی مدد کے بغیر اس رقم کو پورا کر سکتے ہیں۔ لیکن میں چاہتا ہوں کہ ہر احمدی غریب اور امیر اس کام میں حصہ لے۔ جو ہزاروں دے سکتے ہیں وہ ہزاروں دیں۔ اور جو سینکڑوں دے سکتے ہیں وہ سینکڑوں دیں۔ اور جو بیسیوں دے سکتے ہیں وہ بیسوں دیں۔ اور جو روپیہ دو روپیہ دے سکتے ہیں وہ روپیہ دو روپیہ دیں۔ اور جو چند پیسے دے سکتے ہیں وہ چند پیسے ہی دیں، تا اس اسلامی عمارت میں آپ میں سے ہر بڑے چھوٹے کا حصہ ہو۔ اور دجالی لشکر کے مقابلہ کے لئے تیار کئے جانے والے لشکر کے سامان میں آپ کا روپیہ بھی لگا ہوا ہو۔

میں بسم اللہ مجرٖیھا و مرسٰھا کہتے ہوئے اس کاغذی ناؤ کو تقدیر کے دریا میں پھینکتا ہوں۔ اللہ تعالےٰ آسمان سے فرشتے اتارے جو اسے کامیابی کی منزل پر پہنچا دیں۔ اور اپنے الہام سے مخلصوں کے دلوں میں قربانی اور ایثار کا مادہ پیدا کرے۔ اور پھر ان کی قربانی کا دھارا نہ رکھے۔ بلکہ بڑھ چڑھ کر اس کا بدلہ دے۔ اللّٰھم اٰمین۔ والسلام

خاکسار مرزا محمود احمد

از ناصر آباد سندھ ۱۵ امان ۱۳۲۵ھش مطابق ۱۵ مارچ سنہ ۱۹۴۶ء

سیدنا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ کا اسوہ حسنہ

مجاہدین تحریک جدید کیلئے

سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ نے اپنا بارھویں۱۲ سال کا دس ہزار روپیہ۔ اور وظائف مدرسہ احمدیہ کے لئے پانچ ہزار دوسو چالیس روپیہ کا عطیہ فروری کے پہلے ہفتہ میں عطا فرمایا۔ جزاہم اللہ احسن الجزاء فی الدنیا والآخرۃ۔

حضور ایدہ اللہ تعالےٰ کا یہ اسوہ حسنہ ان مخلصین کے لئے جو حضور ایدہ اللہ تعالےٰ کے نقش قدم پر چلنے میں سعادت سمجھتے ہیں پیش کیا جاتا ہے۔ وہ احباب جنہوں نے اپریل کا وعدہ کیا۔ یا مئی جون جولائی میں دینا ہے۔ یا جن کا وعدہ غیر معین وقت کا ہے۔ یا دوران سال میں ادا کرنیگا ہے۔ یا وہ جو سال کے آخر میں ادا کریں گے۔ ان کے لئے حضور ایدہ اللہ تعالےٰ کا یہ اسوہ حسنہ پیش کرتے ہوئے عرض ہے۔ کہ ہر مخلص حضور کی اقتدا میں کوشش کرے۔ کہ اس کے وعدہ کی رقم جلد سے جلد مرکز میں پہونچ جائے۔ بلکہ مارچ کے آخر تک ہی آجائے۔ تا ان کا نام بھی ابتدائے سال میں ادا کرنے والوں میں حضور ایدہ اللہ تعالےٰ کی خدمت میں دعاء کے لئے پیش ہو جائے۔ اسی طرح وہ احباب جنہوں نے دفتر دوم کے سال دوم کا وعدہ کیا۔ وہ بھی اپنے وعدہ کی رقم جس قدر جلدی ادا کریں گے اسی قدر ان کو زیادہ ثواب ہوگا کیونکہ اس طرح ان کا روپیہ سارا سال سلسلہ کے کام آتا رہے گا۔ پس دفتر دوم کے مجاہدوں کو بھی معلوم رہے۔ کہ ان کی سو فیصدی رقم ادا ہونے پر ان کا نام بھی حضور کی خدمت میں دعا کے لئے پیش ہوگا۔ وہ ابھی سے ادا کرنے کی فکر فرمائیں۔ نیز وہ جنہوں نے ابھی تک دفتر دوم کے جہاد میں حصہ نہیں لیا۔ وہ شامل ہو سکتے ہیں۔ اس طرح کہ وہ ایک ماہ کی پوری آمد دیں۔ اگر اس کی طاقت نہیں تو اپنی آمد کا ۱/۳ حصہ دیدیں۔ اگر یہ بھی بوجھ معلوم ہوتا ہے۔ تو کم سے کم ایک سال کے لئے اپنی ایک ماہ کی آمد کا نصف دیکر دفتر دوم کے جہاد میں شامل ہو جائیں۔ اللہ تعالےٰ توفیق عطا فرمائے۔ فنانشل سیکرٹری تحریک جدید

— کہ زندہ قوموں کو اپنی ضروریات کے لئے غیروں کے دستِ نگر نہ ہونا چاہیئے

— کہ صنعت و حرفت اور تجارت کے بل بوتے پر مغربی اقوام دنیا کی سیاست پر چھا گئی ہیں۔

— سیدنا حضرت فضلِ عمر امیر المؤمنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے تحریک جدید کے صنعتی اور تجارتی ادارے قائم فرما کے جماعت احمدیہ کی عظیم الشان ترقی کی بنیاد رکھ دی ہے۔

پس ہر احمدی کا فرض عین ہے۔ کہ جماعت کے صنعتی اور تجارتی اداروں کو کامیاب بنانے کے لئے ہر ممکن سعی کرے۔ میدان صنعت میں اس وقت تحریک جدید کا ایک کامیاب ادارہ "آئرن میٹل مینوفیکچرنگ کمپنی قادیان" کے نام سے موسوم ہے۔ ابتداءً اس کارخانہ میں نہایت کارآمد پائیدار اور خوش وضع تالے بنائے جا رہے ہیں۔ بناوٹ کی خوبی اور قیمت کی ارزانی کے لحاظ سے موجودہ وقت کے بہترین تالے ہیں۔ عمدگی کے لحاظ سے ہمارے مارکیٹ میں اول نمبر ہیں۔ اور بہت پسند کئے جاتے ہیں۔ جماعت احمدیہ کو بالخصوص ان تالوں کے استعمال کا فروغ دینا چاہیئے۔ ہر احمدی گھر میں تحریک جدید کا امکو مائی۔ لاک (تالا) استعمال ہونا چاہیئے۔

تھوڑے سرمایہ سے کام کرنے کی خواہش رکھنے والے احباب ان تالوں کی تجارت سے بہت فائدہ حاصل کر سکتے ہیں:۔

ایجنسی کے خواہشمند اصحاب منیجر آئرن میٹل مینوفیکچرنگ کمپنی

قادیان

سے براہ راست خط و کتابت کریں

امرتسر ۱۸ مارچ۔ ہولا کے جلوس کے موقعہ پر بدمزگی کے امکانات کی روک تھام کے لئے بطور احتیاط حکام نے گورا فوج بلالی ہے۔ گورا فوج نے ان محلوں میں مظاہرہ کیا۔ جہاں فضا کے مکدر ہونے کا امکان ہے۔ اور جہاں جمعہ کو فرقہ وار فساد بھی ہوگیا تھا۔ جنڈیالہ گورو میں فساد ہوگیا۔ جس میں ایک مسلمان ہلاک اور ایک سخت مجروح ہوا۔ بیان کیا جاتا ہے۔ کہ بلوائیوں نے کئی دکانیں لوٹیں اور کئی نذر آتش کردیں۔

دہلی چھاؤنی ۱۸ مارچ۔ آج دوپہر کے بعد آزاد ہند فوج کے ساتویں کورٹ کے صدر نے ملزم جمعدار زمان خاں کو اطلاع دی۔ کہ کورٹ مارشل نے غلطی سے ان کے چالان کا ریکارڈ طلب کیا ہے۔ یہ اس امر کا اشارہ ہے۔ کہ ملزم کو مجرم نہیں گردانا گیا۔

نئی دہلی ۱۸ مارچ۔ پانچویں کورٹ مارشل نے آج ۲/۱ گورکھا رائفلز کے جمعدار پورن سنگھ کے خلاف فیصلہ سنادیا۔ ان پر حسب ذیل الزامات عائد کئے گئے تھے۔ عدالت نے ان کو درست تسلیم کرتے ہوئے سات سال قید سخت کا حکم سنایا۔ کمانڈر انچیف نے ان پر عائد شدہ الزامات کی تصدیق کرتے ہوئے سزا کو بحال رکھا۔

لاہور ۱۸ مارچ۔ پنجاب پراونشل مسلم لیگ کونسل کا اجلاس لاہور میں ۲ اور ۳ اپریل کو منعقد ہوگا۔ مسٹر عطاء اللہ جہانیاں نے اس میں ایک ریزولیوشن پیش کرنے کا نوٹس دیا ہے۔ جس میں آل انڈیا مسلم لیگ کونسل سے یہ سفارش کی جائے گی۔ کہ اگر حکومت برطانیہ مسلم لیگ کے مطالبہ پاکستان کو منظور نہ کرے۔ تو مسلم لیگ مالیہ اور ٹیکس ادا نہ کرنے کی مہم جاری کردے۔

لاہور ۱۸ مارچ۔ حکومت پنجاب نے لاہور کے ایک مسلم لیگی روزنامے "نوائے وقت" سے ۱۳ مارچ کی اشاعت میں ایک قابل اعتراض آرٹیکل اور نظم چھپنے کی بناء پر ۲ ہزار روپے کی ضمانت طلب کی ہے۔

لاہور ۱۸ مارچ۔ پنجاب اسمبلی کی مسلم لیگ پارٹی کے لیڈر نواب صاحب ممدوٹ نے وزیر اعظم پنجاب سر خضر حیات خاں ٹوانہ سے درخواست کی ہے۔ کہ پنجاب اسمبلی میں مسئلہ خوراک پر بحث کرنے کے لئے یکم اپریل سے تین دن وقف کئے جائیں۔

تازہ اور ضروری خبروں کا خلاصہ

نئی دہلی ۱۸ مارچ۔ ہز ایکسی لنسی وائسرائے لارڈ ویول آج کوئٹہ سے دہلی واپس تشریف لے آئے۔

بڑپیٹا۔ ۱۷ مارچ۔ مسلمانان بڑپیٹا (آسام) نے صدر پراونشل لیگ کی اپیل پر کل مکمل ہڑتال کی۔ ایک عظیم الشان اجتماع میں کانگرسی وزارت کی پالیسی۔ بندوبست اراضی۔ اشیاء خوردنی اور کپڑے کی تقسیم سے متعلق پالیسی اور مسلمان ناقلان وطن کے ساتھ کانگرسی حکومت کے مخاصمانہ رویہ کے خلاف احتجاجی قراردادیں بالاتفاق رائے منظور کی گئیں۔

شیلانگ ۱۷ مارچ۔ وزیر جنگلات نے مسودۂ قانون ترمیم قانون جنگلات آسام کا نوٹس دیا ہے۔ اس کی رو سے حکومت کو جنگلاتی ریزرو رقبوں پر "غضب تغلب" کو روکنے کے اختیارات حاصل ہیں۔ لیکن لیگی حلقے اس بات کا یقین رکھتے ہیں۔ کہ یہ کانگرسی وزارت کا دوسرا منصوبہ ہے۔ جس کی غرض و غائت یہ ہے۔ کہ باہر سے آئے ہوئے سکونت پذیر مسلم عناصر کو صوبے سے نکال دیا جائے۔

لنڈن ۱۹ مارچ۔ ترکی کی شمال مشرقی سرحد کے ساتھ ساتھ زبردست فوجی نقل و حرکت جاری ہے۔ ایک غیر ملکی فوجی مبصر کا اندازہ ہے۔ کہ اس وقت قریب پانچ لاکھ کے ترکی فوج نقل و حرکت کر رہی ہے۔ سرکاری حلقوں کا بیان ہے۔ کہ فوری حملہ کا کوئی اندیشہ نہیں۔ لیکن روسیوں نے کوئی گڑبڑ کی تو بغیر الٹی میٹم کے ہی جنگ شروع ہوجائے گی۔ مشرق وسطی اور مصر کی برطانی فوجوں کو تیار رہنے کا حکم مل چکا ہے۔

لاہور ۱۸ مارچ۔ پنجاب گورنمنٹ نے یکم اپریل سے محکمہ آبکاری کو بالکل الگ کردیا ہے۔ جو اب ایک ایکسائز کمشنر کے ماتحت ہوگا۔

کانپور ۱۸ مارچ۔ یوپی اسمبلی کے انتخاب میں کانپور کے شہری حلقہ سے مسلم لیگ کے ٹکٹ پر مولوی حسرت موہانی بھاری اکثریت سے کامیاب ہوگئے۔ آپ کو ۱۹ ہزار ۳۳۳ ووٹ ملے۔ آپ کے مخالف کانگرسی امیدوار مسٹر ایم۔ اے قیوم کو صرف ۳۲۷۷ ووٹ مل سکے۔ کانگرسی امیدواروں کی ضمانت ضبط ہوگئی۔

لاہور ۱۸ مارچ۔ سید محی الدین لال بادشاہ (پیر مکھڈ شریف) ایم ایل اے نے مسلم لیگ میں شمولیت کے متعلق اپنے فیصلہ کا اعلان کیا ہے ممدوح نے مسٹر محمد علی جناح کو ایک مکتوب لکھا ہے۔ کہ میں نہایت مسرت و ابتہاج کے ساتھ آپ کی وساطت سے اپنی ناچیز خدمات ملت اسلامیہ کے حضور میں پیش کرتا ہوں۔

کلکتہ ۱۸ مارچ بنگال میں صوبائی اسمبلی کے انتخابات شروع ہوگئے ہیں۔ آج گیارہ عام اور ۳ مسلم حلقوں کا پولنگ شروع ہوگیا ہے۔

جوہنسبرگ ۱۸ مارچ ہزاروں ہندوستانیوں کے اجتماع عظیم نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ جنوبی افریقہ کی پارلیمان میں ہندوستانیوں کے خلاف جو قانون پیش ہو رہا ہے اس کی پوری مزاحمت کی جائے۔

لاہور ۱۸ مارچ۔ کانگرس اسمبلی پارٹی کا اجلاس ۲۰ مارچ کو دو بجے بعد دوپہر اسمبلی چیمبر میں منعقد ہوگا۔ جس میں بجٹ سیشن کے متعلق پروگرام پر غور و خوض ہو سکے گا۔

دہلی۔ ۱۸ مارچ۔ قائد اعظم محمد علی جناح نے کانگرس اور مسٹر گاندھی پر یہ الزام عائد کیا کہ وہ ایسے حالات پیدا کر رہے ہیں جو برطانوی وزراء سے مذاکرات کی فضا کو بگاڑ رہے ہیں۔

لکھنؤ ۱۸ مارچ:۔ اب تک یوپی اسمبلی کے ۲۱۶ نتائج نکل چکے ہیں۔ ان میں سے کانگرس نے ۱۴۳ مسلم لیگ نے ۵۲ نیشنلسٹ مسلمانوں نے ۵ دیگر اقوام نے ۱۵ اور احرار نے ایک سیٹ حاصل کی ہے۔

لنڈن ۱۸ مارچ ۱۷ مارچ بشپ آف کنٹربری نے برطانوی عوام سے اپیل کی ہے کہ وہ ہندوستان میں برطانوی مشن کی کامیابی کے لئے دعا کریں۔

قاہرہ ۔ ۱۸ مارچ:۔ عرب لیگ کے سیکرٹری جنرل اعظم پاشا نے ان خبروں کی تردید کردی ہے کہ عراق اور شرق اردن عرب لیگ میں ٹرکی کو شامل کرنے کی حمایت کریں گے۔ اعظم پاشا نے بتایا ہے کہ عرب لیگ کی رکنیت صرف عربوں کے لئے محدود ہے اور ٹرک اپنے تئیں کسی صورت میں عرب شمار کئے جانا قبول نہیں کریں گے۔

نئی دہلی۔ ۱۸ مارچ وائسرائے اور وزارتی مشن کی طرف سے جناح صدر آل انڈیا مسلم لیگ اور مسٹر گاندھی کو ملاقات کے لئے دعوتیں روانہ کردی گئیں ہیں ایک سرکاری اعلان مظہر ہے کہ یکم اپریل کو سرحد، سندھ اور پنجاب کے وزرائے اعظم وزارتی مشن سے ملاقات کریں گے۔

بٹاویہ ۔ ۱۹ مارچ [illegible] اور [illegible] ابھی تک بالکل امن نہیں ہوا۔ کہیں نہ کہیں انڈونیشی انتہا پسندوں کا ڈچ فوجوں سے تصادم ہوتا رہتا ہے اس کے باوجود برطانوی سفیر سر آرچی بالڈ کلارک کر کی وساطت سے صلح کی گفت و شنید جاری ہے۔

حیدر آباد ۱۹ مارچ پچھلے دنوں مسجد گرانے کی وجہ سے جو فساد ہوا تھا۔ اس سلسلہ میں سترہ آدمی گرفتار کئے گئے ہیں۔ مگر ساتھ ہی حضور نظام دکن نے [illegible]